ع ١١٢

رسائل

حدوث مادّه

بر شمار

۲

۳

نمبر شمار	مضامین	صفحات
	مقدمہ	
	صفحات ۵ لغایت ۱۱	
	حدوثِ مادّہ حصہ اوّل	
	صفحات ۱۴ - ۳۹	
	تمہید	
۲	(۱) خدا کی ہستی کا عقیدہ فطری ہے	۱۴
۳	(۲) مادّہ کی بابت دو قول اور مادیین کے دو گروہ	۱۵
	باب اوّل	
	...۱ - مادّہ کیوں ... ہے؟	

نمبر شمار	مضامین	صفحات
	فصل دوم - مادّہ	
	کو ناقابلِ فنا ماننے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟	
۷	(۶) ہربرٹ سپنسر کا قول ایک معنی میں صحیح ہے ...	۱۸
۸	(۷) قدامت مادّہ کے اعتقاد کی بنیاد تین باتوں پر ہے	۱۸
۹	(۸) یہ تینوں باتیں ناقابلِ تسلیم ہیں	۱۶
	فصل سوم - انسانی قوت سے بالاتر قوت موجود ہے	
۱۰	(۹) انسانی علم و قوت ناقص ہیں	۱۹
۱۱	(۱۰) ایک بالاتر قوت کا وجود ہے	۲۰
۱۲	(۱۱) توضیح اس امر کی کہ انسانی قوت بہت زیادہ قابلِ ترقی ہے	۲۰
۱۳	(۱۲) اس بحث کا نتیجہ	۲۰
	فصل چہارم - انسانی علم اضافی اور نسبتی ہے یقینی نہیں	
	(۱۳) انسانی علم کے اضافی ہونے کی بابت سابق و حال کا اتفاق	۲۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵	(۱۴) ہربرٹ سپنسر کی ایک لطیفہ	۲۱
۱۶	(۱۵) بحث مذکورسے مادہ کی حقیقت پر کہانتک روشنی پڑ سکتی ہے؟	۲۲
۱۷	(۱۶) اوپر کے بیان کا خلاصہ	۲۲
	فصل پنجم۔ غیر مادّی سے مادّہ نہیں نکل سکتا	
	(قدامت مادّہ کی پہلی دلیل پر بحث)	
۱۸	(۱۷) قدامت مادہ کی پہلی دلیل اور اُسکے مفروضات	۲۳
۱۹	(۱۸) مفروضات مذکور پر بحث	۲۳
	فصل ششم۔ مادّہ کیا چیز ہے؟	
۲۰	(۱۹) مادہ کی ماہیت کی بابت ایک سطحی خیال	۲۴
۲۱	(۲۰) مادّہ کی تعریف (محسوسات)	۲۴
۲۲	(۲۱) مادّہ کی ترکیب کی بابت قدیم خیال (صورت اور ہیولی)	۲۵
۲۳	(۲۲) مادّہ کی ترکیب کی بابت جدید خیال (سالمات)	۲۵
۲۴	(۲۳) سالمات قابلِ تقسیم ہیں یا نہیں؟	۲۵
۲۵	(۲۴) نیوٹن کا مفروضہ	۲۶
۲۶	(۲۵) حکیم لیبنز کا مفروضہ اور اُسکا رد	۲۶
۲۷	(۲۶) حکیم بوسکوویچ کا مفروضہ اور ہربرٹ سپنسر کا اعتراض	۲۶
۲۸	(۲۷) مادہ کی بابت سپنسر کا فیصلہ	۲۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	[illegible] کیا قدرت مادہ کو پیدا نہیں کر سکتی؟	
	(قدامت مادّہ کی دوسری دلیل پر بحث)	
۲۹	(۲۸) قدامت مادّہ کی دوسری دلیل اور اُسکے مفروضات	۲۷
۳۰	(۲۹) مفروضاتِ مذکور پر بحث	۲۸
	فصل ہشتم۔ نیست سے ہست نہیں ہوسکتا	
	(قدامت مادّہ کی تیسری دلیل پر بحث)	
۳۱	(۳۰) قدامتِ مادہ کی تیسری دلیل	۲۸
۳۲	(۳۱) اس دلیل سے بجائے قدامت کے حدوث مادہ ثابت ہے	۲۸
	باب دوم۔ مادّہ قدیم نہیں ہوسکتا	
	فصل اوّل۔ نظامِ عالم کا اتحاد	
۳۳	(۳۲) مسائل فلسفہ اور مسائل ریاضی کے ثبوت میں کیا فرق ہے؟	[illegible]
۳۴	(۳۳) دنیا کی ساخت اور اس کے نقائص کی بابت [illegible]	
۳۵	(۳۴) خیال [illegible]	
۳۶	(۳۵) نظام [illegible]	
۳۷	(۳۶) [illegible]	

۱۷۰۴۲

نمبر شمار	مضامین	صفحات
	فصل دوم ۔ [illegible] قدما	
۳۸	(۳۷) تعدد قدما کے اعتقاد کی پہلی خرابی (خدا تعالیٰ قادرِ مطلق نہیں رہتا)	۳۱
۳۹	(۳۸) اعتقاد مذکور کی دوسری خرابی ۔ (مادہ قدیم ہوکر خدا کا محکوم نہیں ہوسکتا)	۳۲
۴۰	(۳۹) تیسری خرابی (عالم کے پیدا کرنے میں خدا مادہ کا محکوم ہوجائیگا)	۳۳
۴۱	(۴۰) چوتھی خرابی (کروڑوں قدیم ہوسکتے ہیں جو [illegible])	۳۴
۴۲	(۴۱) قدیم کے ذاتی خواص مادہ میں نہیں پائے جاتے ۔	۳۴
	باب سوم اسلام کا مذہب مادہ کے متعلق	
۴۳	(۴۲) آیات قرآنی متعلقہ خلق عالم ۔	۳۴
۴۴	(۴۳) بعض لوگوں کی غلط فہمی اور اسکا دفعیہ ۔	۳۶
۴۵	(۴۴) آیات مندرجہ بالا کے نتائج ۔	۳۶
۴۶	(۴۵) حدوث مادہ اسلام کا متفق علیہ مسئلہ ہے	۳۶
۴۷	(۴۶) خواص مادہ کے استقلال کی حکمت ۔	۳۷
۴۸	(۴۷) قدیم متکلمین اسلام کا مذہب	۳۷
	باب چہارم حکما کا مذہب مادہ کے متعلق	
۴۹	(۴۸) قدیم حکماء کا مذہب ۔	۳۷
۵۰	(۴۹) جدید حکما کا مذہب ۔	۳۸
۵۱	(۵۰) رسالہ ہذا کے جملہ مباحث کا نتیجہ	۳۸
۵۲	(۵۱) اس مضمون کے شائع کرنیکا ایک خاص مقصد	۳۹
	حدوث مادہ حصہ دوم	
	صفحات ۴۱ لغایت ۵۴	
۵۳	(۱) تمہید	۴۲
۵۴	(۲) آریہ مضمون نگار کا قول کہ غیر مخلوق خدا سے نہیں نکلتا	۴۲

نمبر شمار	مضامین	صفحات
۵۵	(۳) قول مذکور کی تنقید	۴۳
۵۶	(۴) ابطال تعدد قدما کی ایک فلسفی دلیل	۴۳
۵۷	(۵) "خدا نے انسان کو کامل کیوں پیدا کیا؟" اس سوال پر آریہ مضمون نگار کی بحث ۔	۴۳
۵۸	(۶) بحث مذکور کی تنقید	۴۳
۵۹	(۷) مخلوق کا مثل خالق کامل ہونا محال ہے ۔	۴۴
۶۰	(۸) مولوی شبلی کا قول حجت نہیں ہے ۔	۴۴
۶۱	(۹) صاحب مضمون کا اتہام کہ مسلمان خدا کی مجبوری مانتے ہیں	۴۵
۶۲	(۱۰) اس اتہام کا جواب	۴۵
۶۳	(۱۱) آریہ سماجی مسلک مادہ کے متعلق	۴۵
۶۴	(۱۲) مسلک مذکور کا رد	۴۶
۶۵	(۱۳) بیان مذکور کی توضیح ایک مثال سے	۴۶
۶۶	(۱۴) یہ مذہب کہ "انتظام خدا کی عین ہستی ہے" دہریت کی پیروی ہے	۴۷
۶۷	(۱۵) آریہ سماج کی مصلحت بینی ۔	۴۸
۶۸	(۱۶) انسان کے ارادہ و خدا کے ارادہ میں کیا فرق ہے؟	۴۸
۶۹	(۱۷) "خدا اور خواص مادہ" کی بابت آریہ سماجی عقیدہ اور اسپر بحث	۴۸
۷۰	(۱۸) عقیدہ مذکور پر مزید بحث اور قدامت مادہ کا ابطال	۴۹
۷۱	(۱۹) خواص مادہ کے متعلق ایک اور بحث ۔	۴۹
۷۲	(۲۰) حدوث مادہ حصہ اول پر ایک [illegible] آریہ مضمون نگار کا اعتراض	۵۰
۷۳	(۲۱) اعتراض مذکورہ بالا کی پہلی شق میں مضمون نگار کی لغزش	۵۱
۷۴	(۲۲) اُسی اعتراض کی دوسری شق پر مضمون نگار کی بحث	۵۱
۷۵	(۲۳) اس بحث میں مضمون نگار کی مزید لغزشیں	۵۲
۷۶	(۲۴) آریہ مضمون نگار کی [illegible]	۵۳
۷۷	(۲۵) مضمون نگار موصوف کا ایک عجیب فقرہ	۵۲
۷۸	(۲۶) فقرہ مذکور پر بحث	۵۳
۷۹	(۲۷) خلقت عالم کس طرح ہوئی اس بارہ میں آریہ سماجی عقیدہ	۵۳

نمبر شمار	مضمون	صفحات
۸۰	(۲۸) عقیدۂ مذکور کا ابطال۔	۵۳
۸۱	(۲۹) مذہبی عقائد کی بنیاد طبیعات پر قائم کرنا غلطی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔	۵۴
۸۲	(۳۰) عالم اسباب اور عالم امر	۵۴
	حدوثِ مادّہ حصّہ سوم	
	صفحات ۵۵ لغایت ٦۱	
۸۳	(۱) تمہید۔۔۔۔۔۔۔۔۔	۵٦
۸۴	(۲) خلاصۂ دلیل عصر جدید در باب ابطال قدم مادہ	۵۷
۸۵	(۳) خلاصۂ جواب آریہ مضمون نگار	۵۷
۸٦	(۴) جواب مذکور کا رد اور تعدّد قدما کا ابطال	۵۷
۸۷	(۵) مضمون نگار کا دوسرا استدلال	۵۷
۸۸	(٦) استدلالِ مذکور کا ابطال	۵۷
۸۹	(۷) تقسیم وجود کے متعلق صاحب مضمون کی لغزش اور "ممکن الوجود" کا ثبوت۔	۵۸
۹۰	(۸) آریہ مضمون نگار کی ایک غیر متعلق بحث	۵۸
۹۱	(۹) دلائل ابطال قدم مادہ کا کوئی معقول جواب نہیں دیا گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔	۵۹
۹۲	(۱۰) مادہ کی بابت آریہ سماجی عقیدہ	۵۹
۹۳	(۱۱) وجودِ انبیاء و ملائکہ کی بحث۔۔۔	۵۹
۹۴	(۱۲) مشرقی و مغربی الحاد۔۔۔۔۔۔	٦۰
۹۵	(۱۳) دلائل ابطال قدم مادہ (سات دلیلیں)	٦۰

نمبر شمار	مضمون	صفحات
	حدوثِ مادّہ حصّہ چہارم	
	صفحات ٦۳ لغایت ٦۸	
۹٦	(۱) ایک آریہ صاحب کا خط۔۔۔۔	٦۴
۹۷	(۲) خط مذکور کا جواب (جس میں مباحث ذیل سے بحث کی گئی ہے)۔۔۔	٦٦
	۱۔ مادہ اور خدا پر۔۔۔۔۔۔۔	٦٦
	۲۔ خدا کو قدیم ماننا ضروری ہے	٦٦
	۳۔ "حادث خدا" یا "فانی خدا" بے معنی الفاظ ہیں۔۔۔۔۔۔۔	٦٦
	۴۔ حادث خدا خدا نہیں ہو سکتا۔	٦٦
	۵۔ عللِ ثلثہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔	٦۷
	٦۔ علت صوری۔۔۔۔۔۔۔۔	٦۷
	۷۔ علت مادی اور حکمائے معقولیین۔۔۔۔۔۔۔۔۔	٦۷
	۸۔ مادّہ کیا چیز ہے؟۔۔۔۔	٦۷
	۹۔ علت خالقی۔۔۔۔۔۔۔۔۔	٦۷
	۱۰۔ ممکن و غیر ممکن کی بحث۔۔۔	٦۷
	۱۱۔ سائنس اور منطق۔۔۔۔۔	٦۷
	۱۲۔ مادیین کا مغالطہ۔۔۔	٦۷
	۱۳۔ عالم امر اور عالم اسباب	٦۷
	۱۴۔ "ماورائے عقل" اور "خلاف عقل"	٦۸

مقدمۂ رسائل حدوثِ مادّہ۔

۱۔ حمد و نعت و تمہید مدعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۝ حمد و نعت کے بعد جامعِ اوراقِ ہذا امیدوارِ رحمت پروردگار خاکسار غلام الحسنین حَرَسَهُ اللّٰهُ عَنْ اٰفَاتِ الدَّارَيْنِ وَثَبَّتَ اَقْدَامَهٗ فِيْ اِتِّبَاعِ الثَّقَلَيْنِ) انصاری نسبًا و پانی پتی مولدًا و موطنًا ناظرینِ باتمکین کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ رسائل حدوث مادّہ کے عالم وجود میں آنے کا واقعہ عجیب و غریب ہے اسلئے اُس کا بیان دلچسپی سے خالی نہوگا۔

۲۔ حدوث مادّہ کی تصنیف کا خیال کیونکر پیدا ہوا؟۔

نومبر ۱۹۰۵ء میں دجبکہ میرے والد خواجہ غلام عباس صاحب مرحوم مرض الموت میں مبتلا تھے برادر خواجہ غلام الثقلین (مرحوم) ریاست مالیرکوٹلہ کی چیف ججی سے مستعفی ہوکر پانی پت آئے۔ اُس زمانہ میں شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی کی کتاب "الکلام" اور حکیم ہربرٹ سپنسر کی کتاب "فرسٹ پرنسپلز" (اصول اولیہ) میرے مطالعہ میں تھیں۔ ایک روز اتفاقاً بسبیل تذکرہ میں نے برادر مرحوم سے کہا کہ "مولوی شبلی صاحب نے مادّہ کو قدیم مانا ہے"۔ اُنھوں نے ازراہِ حسن ظن (اور یہ وصف فطرۃً اُن کی طبیعت میں تھا) جواب دیا کہ "یہ اسلام کا عقیدہ نہیں اور نہ متکلمین اسلام کا مذہب ہے۔ مولوی شبلی صاحب نے اپنا عقیدہ بیان نہ کیا ہوگا کسی کا قول نقل کیا ہوگا۔ شاید آپکو غلط فہمی ہوئی ہے"۔ میں نے "الکلام" کی اصل عبارت نکالکر دکھائی تو کہنے لگے کہ واقعی مولانا شبلی سے غلطی ہوئی۔ پھر میں نے "فرسٹ پرنسپلز" اور بعض دیگر کتب پیش کرکے خواہش کی کہ اِن میں قدامتِ مادہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اُس کو بھی ایک نظر دیکھ لو۔ چند منٹ میں جبکہ وہ اُن مقامات کو سرسری طور پر دیکھ چکے تو میں نے ایک رسالہ لکھنے کی استدعا کی۔ جس میں اثبات حدوث مادّہ کے علاوہ فلسفیانہ اور حکیمانہ استدلال سے اُن دلائل کا ابطال کیا جائے جو قدامت مادّہ کی تائید میں پیش کئے جاتے ہیں۔ خوش قسمتی سے میری بات کو برادرِ مرحوم نے مان لیا۔ اور فوراً قلم اُٹھاکر تین گھنٹے کے اندر اندر ایک جامع و محقق و مدلل مضمون موسوم بہ "حدوث مادّہ" لکھ کر میرے حوالے کیا اور یہ کہا کہ اسپر نظرثانی کرکے عبارت کو درست کردیجئے۔

۳۔ "حدوث مادّہ" پر نظرثانی

برادر مرحوم کو کثرت مشاغل کی وجہ سے اپنی تصانیف پر نظرثانی کی فرصت نہیں ہوتی تھی۔ اور نہ اُن کو عبارت آرائی کا شوق تھا۔ وہ ہر مضمون کو (خواہ اُردو ہو یا انگریزی) غیرمعمولی سرعت کے ساتھ ہمیشہ قلمبرداشتہ لکھا کرتے تھے۔ اور عموماً اُسی حالت میں اُس کو چھپنے کیلئے بھیج دیتے تھے۔ اُن کا خیال تھا (اور بالکل صحیح خیال تھا) کہ جتنا عرصہ ایک مضمون کے

مکرر پڑھنے اور کاٹ چھانٹ اور ترمیم کرنے میں صرف ہوگا۔ میں اتنے عرصہ میں دوسرا اپنا مضمون لکھ سکتا ہوں۔ مگر جن مضامین کو خاص اہتمام کے ساتھ چھپوانا مقصود ہوتا تھا۔ اُن کو نظر ثانی و ترمیم کے لئے راقم کے حوالے کر دیتے تھے۔ چنانچہ اسی غرض سے یہ مضمون بھی میرے سپرد کیا گیا۔

۴۔ مضمون مذکور کی عظمت

اس مضمون کے **عمیق** اور **دقیق خیالات** کو دیکھ کر میں تو ششدر و حیران اور انگشت بدندان رہ گیا۔ اُس کو سمجھ کر پڑھنے اور اُس کی عبارت کے درست کرنے میں میرا بہت سا وقت صرف ہوا۔ چونکہ اس مضمون میں **قرآن مجید** کے اقتباسات کے علاوہ حکیم **ہربرٹ سپنسر** اور جناب **علامہ مولانا سید دلدار علی** (غفران مآب) کی تصانیف اور بعض دیگر کتب کے جابجا حوالے اور اُن کے دلائل کا لُب لُباب بھی درج کیا گیا ہے (اور مضمون زیر بحث کی تکمیل اور تحقیق کے لئے اسکے بغیر چارہ نہ تھا) اسی لئے **خواجہ غلام الثقلین** (مرحوم) کو اسکے لکھنے میں تین گھنٹے کے قریب لگے۔ ورنہ فی الحقیقت اگر اقتباسات اور حوالوں کی تلاش اور اندراج وغیرہ میں وقت صرف نہوتا تو وہ اتنا ہی طویل اور اسی قدر دقیق مضمون دو ڈیڑھ گھنٹے میں بآسانی لکھ سکتے تھے۔ یہ مضمون اس پایہ کا ہے کہ اگر کوئی ذی علم و ذی فہم اُس کا مطالعہ کرنا چاہے اور کئی گھنٹے اُس کے سمجھنے میں لگ جائیں تو کچھ تعجب نہیں۔

۵۔ حدوث مادہ (حصہ اول) کی اشاعت اور اُس کا مقصد

یہ مضمون دسمبر ۱۹۰۵ء کے "عصر جدید" میں اور نیز جداگانہ رسالہ کی صورت میں بائیس ۲۲ گنجان صفحوں پر چھپ کر شائع ہوا تھا۔ اور اب اِس مجموعہ میں **حدوث مادہ حصہ اول** کے نام سے شائع کیا جاتا ہے۔ اس مضمون کی اشاعت سے مقصد یہ تھا کہ ایک اسلامی مسئلہ پر **عقلی و علمی** حیثیت سے روشنی ڈالی جائے۔ اُس کو جدید سائنس اور فلسفہ کے اصول کی بنا پر ثابت کیا جائے۔ اور خاصکر اُس غلطی کو دفع کیا جائے جو **مولوی شبلی** صاحب کی تحریر سے ایک اسلامی مسئلہ کے متعلق پیدا ہوگئی تھی۔ کسی خاص شخص یا فرقہ سے بحث و مباحثہ یا مناظرہ و مجادلہ مدنظر نہ تھا جیسا کہ مصنف کے اندازِ بیان اور طرزِ تحریر سے صاف ظاہر ہے اور رسالہ کے خاتمہ کی عبارت سے بھی ہویدا ہے (دیکھو حدوث مادہ۔ حصہ اول دفعہ ۵۱)۔

۶۔ اس رسالہ کا اثر

جب یہ رسالہ چھپ کر شائع ہوا تو اہل نظر نے بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا طالبانِ ہدایت نے راہ ہدایت پائی۔ اور زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ خود **شمس العلماء مولوی شبلی** صاحب بھی قدم مادہ کے عقیدہ سے دست بردار ہوئے جسکا اظہار کئی سال بعد اُن کو ایک موقع پر کرنا پڑا جبکہ صاحب موصوف دہلی آئے ہوئے تھے اور سید **عبد السلام** صاحب مالک مطبع فاروقی نے اپنے خط مورخہ ۱۴ جمادی الاخری ۱۳۳۲ھ میں اُن سے چند سوالات کئے تھے۔ جو سوال مادہ کے متعلق تھا اُس کا جواب انھوں نے ان الفاظ میں دیا تھا:-

"جس کا یہ عقیدہ ہو کہ مادّہ قدیم ہے اور خدا کا مخلوق نہیں ہے۔ وہ ملحد اور زندیق ہے۔ میں مادّہ کو نہ قدیم بالذات تسلیم کرتا ہوں نہ قدیم بالزمان۔ البتہ میں یہ مانتا ہوں کہ خدا کے تمام اوصاف قدیم ہیں"

یہ سوالات و جوابات اُسی زمانہ میں ایک فتوے کی صورت میں چھپ کر شائع ہو گئے تھے۔ اس امر کا تذکرہ خواجہ غلام الثقلین (مرحوم) نے بھی ۸ رجون سنہ ۱۹۱۴ء کے عصر جدید (جلد ۷۔ نمبر ۶۔ صفحہ ۱۱۶) میں کیا ہے ❊

۷۔ آریہ مسافر میگزین کا مضمون بجواب حدوثِ مادّہ حصّۂ اول

معلوم ہوتا ہے کہ مضمون "حدوث مادّہ" کو آریہ سماج نے خاص طور پر قابل غور سمجھا۔ چنانچہ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء کے آریہ مسافر میگزین میں (جو اب بند ہو گیا ہے) حدوث مادّہ کے جواب میں کسی نامعلوم مضمون نگار (ایک ممبر آریہ سماج شاہجہانپور) کی طرف سے ایک طویل مضمون شائع ہوا جس میں دلائل مندرجہ حدوث مادّہ (حصّۂ اول) کا معقول جواب دینے کی بجائے زیادہ تر غیر متعلق بحثیں تھیں۔ اور درشتی و سخت زبانی سے جابجا کام لیکر اسلام پر رکیک حملے کئے تھے۔ جنکو قدامتِ مادّہ کے ثبوت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس مضمون میں ایک خاص بات یہ تھی کہ مضمون نگار موصوف قدامت مادّہ کی تائید کرتے کرتے مادّیت کی تائید پر اُتر آئے اور نامعلوم طور پر دہریت کی تائید کرنے لگے۔ میں نے برادر مرحوم سے اس مضمون کا جواب "عصر جدید" میں شائع کرنے کے لئے کہا مگر اُنھوں نے یہ کہکر انکار کیا کہ۔

"اس مضمون میں بہت کچھ غیر متعلق بحثیں ہیں۔ میرے دلائل کا معقول جواب نہیں ہے۔ اس کے علاوہ طعن و تشنیع اور سخت زبانی سے کام لیا گیا ہے۔ میں اس قسم کے عامیانہ مباحثوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور نہ اُن کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ ناظرین دونوں مضمونوں کو پڑھکر خود ہی اصلِ حقیقت معلوم کر سکتے ہیں"۔

۸۔ اس مضمون کا جواب (حدوث مادّہ حصّۂ دوم

میں نے مکرر اصرار کیا اور جواب لکھنے کی ضرورت کو جتایا تو برادرِ مرحوم اسپر آمادہ ہو گئے۔ مگر کثرتِ مشاغل کی وجہ سے کچھ خیال نہ رہا۔ پھر ایک مدت کے بعد بعض شائقین کے خطوط آئے جن کا مضمون یہ تھا کہ آریہ مسافر میگزین کے مضمون کی تنقید ضرور کی جائے کیونکہ اُس سے عام لوگوں کو مغالطہ ہوتا ہے۔ الغرض **خواجہ غلام الثقلین** (مرحوم) نے عام فائدہ کے خیال سے اسکا جواب بھی حسبِ عادت بالکل قلمبرداشتہ لکھکر جولائی سنہ ۱۹۰۶ء کے "عصر جدید" میں اور نیز جداگانہ رسالہ کی صورت میں چھپوا کر شائع کیا۔ مگر اپنے مخصوص اندازِ بیان اور سنجیدہ طرزِ تحریر کو اب بھی ہاتھ سے نہیں دیا۔ یعنی فضول اور غیر متعلق بحثوں سے قطع نظر کر کے صرف دلائل کا جواب خالص علمی و فلسفی پہلو سے دیکر یہ دکھا دیا کہ قدامتِ مادّہ کا اعتقاد مادّیت کی ایک شاخ ہے۔ اور مضمون نگار کی سختی و درشتی سے تعرض نہیں کیا۔ یہ جواب اس مجموعہ میں **حدوث مادّہ حصّۂ دوم** کے نام سے شائع کیا جاتا ہے ❊

۹۔ آریہ مضمون نگار کا دوسرا مضمون (بجواب حدوث مادّہ حصّۂ دوم)

اسکے بعد مضمون نگار موصوف نے (جنھوں نے اپنا نام کبھی ظاہر نہیں کیا) جنوری سنہ ۱۹۰۷ء کے آریہ مسافر میگزین میں **حدوث مادّہ حصّۂ دوم** کا جواب لکھنے کی دوبارہ کوشش کی۔ اس زمانہ میں **خواجہ غلام الثقلین** (مرحوم) "اصلاحی دورہ"

دورہ پر روانہ ہو چکے تھے۔ اور متواتر چھ ماہ تک باہر رہے تھے۔ اور مسلمانوں کی **مذہبی۔ اخلاقی۔ تعلیمی اور مالی حالت** کی اصلاح کے لئے مُلک کے مختلف حصّوں میں جا بجا لکچر دے رہے تھے۔ دورہ کے زمانہ میں اُن کے پاس اخبارات اور رسائل روانہ نہیں کئے جاتے تھے۔ کیونکہ کہیں ایک جگہ اُن کا قیام نہ تھا۔ صبح کہیں ہوتی تھی تو شام کہیں۔ مئی سنہ ۱۹۰۷ء کے آخر میں اصلاحی دورہ کو ختم کر کے لکھنؤ واپس آئے تو منجملہ دیگر اخبارات و رسائل کے جنوری سنہ ۱۹۰۷ء کا آریہ مسافر میگزین بھی اُن کی نظر سے گذرا جس میں **حدوث مادہ حصّۂ دوم** کا جواب لکھا گیا تھا۔ مضمون نگار صاحب نے حسب عادتِ قدیم اس دفعہ بھی بیکار اور خارج از بحث باتوں کو درج کر کے اپنے مضمون کو طول دیا۔ اور برادر مرحوم کے علمی **دلائل** کا جواب اب بھی اُن سے نہ بن آیا ✤

<table><tr><td>۱۰۔ مضمون مذکور کا جواب
(حدوث مادہ حصّۂ سوم</td><td>مجھے اس بحث سے خاص دلچسپی تھی۔ اور چونکہ "**حدوث مادّہ**" کا مضمون میری ہی خواہش پر لکھا گیا تھا۔ اسلئے میری آرزو یہ تھی کہ مادّہ کی بحث کے</td></tr></table>

متعلق کوئی اعتراض باقی نہ رہ جائے۔ اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ فلاں اعتراض کا جواب تو دیا ہی نہیں گیا۔ اسلئے میں نے اس مرتبہ پھر برادرِ مرحوم سے استدعا کی کہ اس مضمون کا جواب بھی لکھا جائے۔ اول تو اُنھوں نے وہی عذر کیا کہ میں فضول بحثوں میں پڑ کر اپنا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ مگر میں نے اصرار کیا کہ مضمون کے غیر ضروری اور بیکار حصّوں کو چھوڑ کر اور مضمون نگار کی بدزبانی سے قطع نظر کر کے جہاں کوئی **استدلال** نفس مضمون کے متعلق ہو۔ صرف اُسکا جواب دیا جائے۔ بالآخر اُنھوں نے میری بات مان لی۔ اور جہانتک میرا حافظہ مُساعدت کرتا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ آدھ گھنٹے یا پَون گھنٹے کے اندر اُسکا جواب منیجر "عصر جدید" کو زبانی لکھوا دیا۔ یہ جواب "عصر جدید"۔ جلد ۶۔ ۱۹۰۷ء (بابتہ اگست و ستمبر سنہ ۱۹۰۷ء) میں چھپا تھا۔ اور اس مجموعہ میں **حدوث مادّہ حصّۂ سوم** کے نام سے درج کیا گیا ہے ✤

<table><tr><td>۱۱۔ ایک خط دلکتابت۔
(حدوث مادّہ حصّۂ چہارم)</td><td>رسالہ "حدوث مادّہ" کے شائع ہونے کے بعد اپریل سنہ ۱۹۰۸ء میں ایک آریہ صاحب (مسٹر جگناتھ پرشاد قانون گو) نے اُس رسالہ کو منگا کر پڑھا۔ اور مصنف کو ایک خط</td></tr></table>

لکھا جس میں اُن کے **فاضلانہ استدلال** کی داد ان لفظوں میں دی گئی ہے :۔

"واقعی یہ کتاب نادر و نایاب آپ نے بنائی۔ آپ ہی کا دماغ ہے۔ جس نے آپ سے مسائل لاینحل حل کئے ہیں۔ ورنہ اور کسیکی تاب ہے ؟"

اسی خط میں حدوث مادہ (حصّہ اول) فصل دوم کے متعلق اپنے چند **شبہات** پیش کر کے صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ "بنظر استفادہ آپ سے دریافت کرتا ہوں" اسکے جواب میں **خواجہ غلام الثقلین** (مرحوم) نے ایک خط لکھا۔ جس میں اُن شبہات کا جواب دیا گیا۔ یہ خط اگرچہ محض سرسری طور پر قلم برداشتہ لکھا گیا تھا تاہم اُس میں علم الٰہیات اور فلسفہ کے چودہ عمیق مطالب کی طرف اشارہ ہے۔ جن کو میں نے

حاشیہ میں دکھایا ہے۔ یہ خط و کتابت مئی سنہ ۱۹۰۷ء کے عصر جدید (جلد ۵ - نمبر ۵) میں اُسی وقت شائع ہوگئی تھی اور اب اس مجموعہ میں **حدوث مادہ حصۂ چہارم** کے نام سے شامل کی جاتی ہے ✢

۱۲۔ موجودہ اڈیشن کی خصوصیتیں

اب یہ رسالے بفضلہ تعالیٰ راقم کی **نظرِ ثانی** اور **ترمیم و تصحیح** کے بعد ایک جلد میں خاص اہتمام سے شائع ہوتے ہیں۔ جس میں مفصلہ ذیل خصوصیتوں کا خیال رکھا گیا ہے:-

(۱) مصنف کی عبارت کو بعض جگہ سلیس اور آسان کردیا ہے۔

(۲) کسی عبارت ماسبق کی تشریح یا عبارت مابعد کے ساتھ اُسکے تعلق کو واضح کرنے کے لئے بعض بعض مقامات پر کچھ جملے بڑھا دئے ہیں۔

(۳) کہیں کہیں بعض حواشی کا اضافہ بھی کیا ہے۔

(۴) مصنف کے قائم کئے ہوئے عنوانوں کے علاوہ جدید عنوانات بھی قائم کئے ہیں۔

(۵) ہر رسالے کے عنوانوں پر بطور دفعات جُداگانہ مُسلسل نمبر لگادئے ہیں تاکہ اگلے پچھلے مطالب کا حوالہ دینے میں سہولت ہو۔

(۶) اکثر عنوانوں کی تقسیم در تقسیم کرکے اُنپر بھی نمبر ڈال دئے ہیں۔

(۷) علاوہ بریں کتابت کا طریقہ ایسا اختیار کیا گیا ہے۔ اور چھپائی میں اس قسم کا اہتمام کیا گیا ہے کہ مضمون کا نقشہ پڑھنے والے کے ذہن میں جلد جم جائے۔

(۸) جو عبارات یا اقتباسات مصنف نے درج کئے تھے۔ اصل کتابوں سے اُن کا مقابلہ کرکے حسبِ ضرورت اُن کی تصحیح کردی ہے۔ اور جہاں کہیں کتابوں کے حوالے سہواً چھوٹ گئے تھے وہ بھی فٹ نوٹوں (ذیلی حاشیوں) میں بڑھا دیے ہیں۔

(۹) چاروں حصّوں کے مضامین کی ایک مکمل فہرست اس مجموعہ کے شروع میں لگادی ہے۔

(۱۰) ہر رسالہ کے صفحات کا جُداگانہ نمبر صفحہ کی پیشانی پر اور کُل مجموعہ کے صفحات کا مسلسل نمبر صفحہ کے نیچے لکھ دیا ہے۔

الغرض راقم نے **دقیق مطالب** کے سُلجھانے اور **عمیق خیالات** کے قابلِ فہم بنانے میں ناظرین کے لئے حتی الامکان سہولت کا کافی سامان مہیا کردیا ہے اور امید ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ رسائل "حدوث مادّہ" کے اس اڈیشن سے یہ مقصد بخوبی حاصل ہوگا ✢

۱۳۔ مصنّف کے عام طرزِ تحریر پر ایک نظر

خواجہ غلام الثقلین (مرحوم) کی تصانیف اور مضامین کے مطالعہ سے اُن کے **تبحّرِ علم** اور **وسعتِ نظر** کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ اُن کی ہر قسم کی تحریرات (مذہبی - علمی - اخلاقی - قومی - تمدّنی - سیاسی) عام اُس سے کہ وہ اُردو میں ہوں

یا انگریزی میں۔ نہایت پختہ۔ سنجیدہ۔ فلسفیانہ اور محققانہ ہوتی ہیں وہ کسی اختلافی مسئلہ کے "مالہ" "وما علیہ" پر بحث کرتے ہوئے فریق مقابل کی ذات یا اُس کے عقائد پر رکیک حملے کبھی نہیں کرتے تھے۔ اور برخلاف اکثر ابنائے زمان کے مخالف کی تضحیک یا دل آزاری اُن کا شیوہ نہ تھا۔ اُن کو اظہار حق میں استحکام دلائل کے سوا اور کسی بات سے سروکار نہ تھا۔ اور یہی ایک عالم اور حکیم کی شان ہونی چاہیے بقول سعدی رحمۃ اللہ علیہ ؎

کہ برہاں قوی باید و معنوی ‏ ‏ ‏ ‏ نہ رگہائے گردن بحجت قوی

۱۴۔ مصنف کی مذہبی تحریرات مناظرین کے لئے نمونہ ہیں

جن علمائے اسلام کو مذہبی اصول اور مسائل پر بحث و تنقید کی اور مختلف فیہ مباحث پر تقریر و تحریر کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے اُن کو خواجہ غلام الثقلین (مرحوم) کے شستہ و شائستہ طرز تقریر اور مدلل و سنجیدہ انداز تحریر سے خاص طور پر فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ اور بعض اہل علم اُن سے ایک حد تک مستفید ہو بھی چکے ہیں۔ مگر جو لوگ جاہلانہ تقریرات کے دلدادہ اور عامیانہ تحریرات کے شیفتہ ہو چکے ہیں اُن کو خواجہ مرحوم کا خشک مگر پُر مغز۔ اور سادہ مگر دلکش انداز پسند نہ ہو تو کچھ تعجب نہیں۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ جوں جوں زمانہ گذرتا جائیگا۔ تعصب کا طوفان کم ہوگا۔ اور عام لوگوں میں غور و تحقیق کا مادّہ پیدا ہوگا۔ اُس وقت اس قسم کی پختہ حکیمانہ تصانیف کو بڑی قدر و منزلت اور وقعت کی نظر سے دیکھا جائیگا۔ جیسا کہ خود مصنف نے "حدوث مادہ" حصہ سوم کی تمہید میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں:۔

"یہ طریقہ بحث عام لوگوں کے لئے غیر دلچسپ ہو۔ مگر اہل علم اُس کو بصیرت کے ساتھ پڑھینگے۔ اور غالباً ہمارے غائبانہ "شاہجہانپوری دوست" بھی خوش ہونگے کہ ہم نے کوئی لفظ سخت اُن کی باتوں کے جواب میں لکھنا پسند نہیں کیا۔ اور کرامت سے گذر گئے۔"

۱۵۔ "حدوثِ مادہ" اپنے رنگ کی بالکل نئی تصنیف ہے

اہل بصیرت اور صاحبانِ فہم و فراست اس مجموعہ رسائل کے مطالعہ سے اِس نتیجہ پر ضرور پہنچینگے کہ یہ تصنیف خاصکر اُردو زبان میں بالکل نئی ہے۔ اس سے پہلے اُردو میں اس قسم کی کوئی کتاب نہ تھی۔ اور جہانتک مجھے علم ہے اب تک بھی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اور غالباً کسی انگریزی کتاب میں بھی یہ مواد ایک جگہ مجتمع نہیں مل سکیگا۔ بعض حجج و براہین خاص مصنف ہی کے دماغ سے نکلی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اور انداز بیان اور طریقۂ استدلال کے نئے ہونے میں تو کلام ہی نہیں +

۱۶۔ مصنف کا انتقال ایک ناقابل تلافی نقصان ہے

افسوس! ہزار افسوس!! کہ ایسا جامع الکمالات الشان جس کی تمدنی اصلاحی۔ قومی۔ ملکی۔ سیاسی۔ علمی اور مذہبی خدمات کی تمام ملک کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً ضرورت تھی۔ پورے چوالیس ۴۴ سال بھی زندہ نہ رہا۔

اور سولہ ماہ کی طویل علالت کے بعد (جو بزمانۂ ممبری کونسل صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ - قومی - و ملکی خدمات اور بالخصوص اصلاح مسئلہ سود میں غیر معمولی انہماک کی بدولت پیدا ہو گئی تھی) بروز جمعہ ۲۳ / اور ۲۴ / ستمبر سنہ ۱۹۱۵ء کی درمیانی شب میں دس بجے کے قریب یکایک حرکت قلب کے بند ہو جانے کی وجہ سے قرآن مجید سنتے سنتے (جسکے پڑھنے کی خود ہی فرمائش کی تھی) داعی اجل کو لبیک کہکر اس سرائے فانی سے روگردانی کر کے رحمتِ ربانی اور عالمِ جاودانی کی طرف رحلت کر گیا - اور اپنے اس نا وقت انتقال سے ملک کی ہزاروں اُمیدوں کو خاک میں ملا کر - ایک ایسی جگہ خالی چھوڑ گیا جو جلد اور آسانی سے پُر ہونے والی نہیں - اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

رِضًا بِقَضَائِهٖ وَتَسْلِيمًا لِاَمْرِهٖ

خاکسار غلام الحسنین پانی پتی

یکم رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۵ھ }
مطابق ۲۲ / جون سنہ ۱۹۱۷ء }

بَدِیعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ

"حامیِ دین غلام الثقلین" ۱۵ ع ۴۹

"بادِ مغفور نظلِ رحمت" ۱۳ ھ ۳۳

حدوثِ مادّہ

حصّہ اوّل

جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مادّہ کے اجزا قدیم اور غیر مخلوق نہیں ہو سکتے۔ اور چند حکما وغیرہ کے خیالات کا ردّ کیا گیا ہے۔ اور اسلام کا عقیدہ اُسکی بابت بتایا گیا ہے۔

مصنّفہ

آنریبل مولوی خواجہ غلام الثقلین پانی پتی بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی (مرحوم و مغفور)

بہ تصحیح

و ترمیم و نظر ثانی مولوی خواجہ غلام الحسنین پانی پتی (برادر مصنف موصوف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدوث مادّہ

حصّہ اوّل

تمہید۔

۱۔ خدا کی ہستی کا عقیدہ فطری ہے

جب سے انسانوں نے غور کرنا شروع کیا ہے۔ اُس وقت سے تقریباً سب لوگ برابر مانتے آئے ہیں کہ اِس دنیا کا کوئی خالق ضرور ہے۔ کیونکہ آدمی جب اپنے امر میں سوچتا ہے تو اُس کو یقین ہوتا ہے کہ

(ا) میں جو موجود ہوں نہ تو آپ سے آپ بلا سبب پیدا ہو گیا ہوں۔ اور

(ب) نہ خود میں نے اپنے تئیں پیدا کیا۔

بلکہ کوئی مجھ سے بڑی اور اعلیٰ قوت ہے۔ جس کے سبب سے میں موجود ہوں ✣

سب اِس قوت کے وجود کو مانتے ہیں۔ لیکن اُسکو مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔ وہی ایک ہستی ہے جسکو اللہ۔ خدا۔ پرمیشر۔ خالق۔ واجب الوجود۔ علّت العلل اور روحِ عالم کہتے ہیں ✣

جو لوگ دہری کہلاتے ہیں وہ بالکل ایسے ہیں جیسے انسانوں میں فاتر العقل اور مجنوں ہوتے ہیں۔ یا نابینا یا ایک آنکھ والے یا دو سر والے۔ ایسی ایسی شاذ مثالوں سے قاعدۂ کلّیہ میں فرق نہیں آتا ✣

۲۔ مادّہ کی بابت دو قول اور مادّیین کے دو گروہ

زمانۂ سابق اور نیز زمانۂ حال کے حکماء میں باہم اس امر میں اختلاف رہا ہے کہ جس مادّہ سے یہ دُنیا بنی ہے۔

(ا) آیا وہ مادّہ ہمیشہ سے خود بخود موجود ہے؟

(ب) یا خدا نے اُس کو موجود کیا ہے؟

جو لوگ قدامتِ عالم یا قدامتِ مادّہ کے قائل ہیں (اور جن کو ہم مادّیین کے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں) اُن میں دو فریق ہیں۔

اوّل۔ خالص مادّیین۔ جو روح اور خدا کے وجود کو نہیں سمجھ سکتے۔ اور اِسی واسطے ہر چیز کو مادّہ کی خاصیت قرار دیتے ہیں۔

دوم۔ وہ لوگ جو مادّہ کو ایک بے حس و حرکت اور ناقابلِ عمل چیز سمجھتے ہیں۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ مادّہ خود بخود کچھ نہیں کر سکتا۔ البتہ اثر قبول کرتا ہے۔ اِس مادّہ کو ترکیب اور ترتیب دے کر خدا نے یہ عالم پیدا کیا ہے۔ اور مادّہ خدا کے ساتھ ساتھ ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔

ہم خالص مادّیین کے متعلق اِس وقت بحث نہیں کرتے۔ اُن کے عقیدہ کی بابت ہم جُداگانہ رسالہ لکھیں گے[۱]۔ لیکن فرقۂ دوم کے دلائل بیان کر کے اُن کے متعلق رائے دینا چاہتے ہیں۔

بابِ اوّل

فصلِ اوّل۔ مادّہ کیوں قدیم مانا جاتا ہے؟

۳۔ مادّہ کی بابت حکیم ہربرٹ سپنسر کا خیال اور استدلال

زمانۂ حال کے اہلِ سائنس اور فلاسفۂ طبعیّین میں حکیم ہربرٹ سپنسر سب کا سرتاج ہے اُس نے جو کچھ بیان کیا ہے اُس کا ماحصل یہ[۲] ہے:۔

مادّہ ناقابلِ فنا چیز ہے۔ اس وجہ سے کہ انسانی خیال میں یہ بات نہیں آسکتی کہ مادّہ

[۱] افسوس ہے کہ مصنف مرحوم کو اِس رسالہ کے لکھنے کی مُہلت نہ ملی۔ اگر ناظرین ابطالِ دہریت اور اثباتِ اصولِ اسلام کے دلائل دیکھنا چاہیں تو راقم کی کتاب "تنقیدِ لطیف" کا مطالعہ فرمائیں۔ یہ کتاب عصرِ جدید پریس میرٹھ سے مل سکتی ہے۔

[۲] "فرسٹ پرنسپلز" (اصولِ اوّلیہ) حصّۂ دوم۔ باب چہارم۔ صفحہ ۱۳۴ تا ۱۳۶۔ ایڈیشن سنہ ۱۹۱۰ء۔

ہست سے نیست ہو جائے - اس بات کا تصور ایسا ہی محال ہے - جیسے یہ امر محال ہے کہ ایک شخص سات کے عدد کا مفہوم بھی سمجھا ہو اور پانچ کا مفہوم بھی - اور پھر بھی اُن کے مجموعہ کو گیارہ سے تعبیر کرے - اوّل اوّل حکما نے ایسا خیال کیا تھا کہ شاید مادہ فنا ہو سکے - لیکن جب سے **علم کیمیائے مقداری** دریافت ہوا ہے - سینکڑوں طریقوں سے یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ مادہ صرف صورت بدلتا ہے - وزن نہیں بدلتا - اور اُس کے اجزا کی مقدار میں کمی بیشی نہیں ہوتی -

آخر میں اس حکیم نے لکھا ہے[۱] کہ :-

مادہ کے ناقابلِ زوال و فنا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ مادہ کے کسی جزو میں جس قدر قوت ہم محسوس کرتے ہیں - اُسی قدر قوت ہر حالت میں اُس میں باقی رہتی ہے - یہ نہ ہو تو دنیا میں کسی علم اور کسی عمل کا اعتبار نہ رہے - سُنار آج ایک باٹ سے سونا تولتا ہے - کل کو ممکن ہے کہ باٹ کا وزن خود بخود کم ہو جائے - پس اِسی عقیدہ اور یقین کی بنا پر ماپ تول اور آیندہ کی توقعات ممکن ہیں - ورنہ دنیا ضائع ہو جائے -

۴- آریہ سماج کا عقیدہ اور اُس کے دلائل

پنڈت دیانند سرستی بانی آریہ سماج - جنھوں نے اُنیسویں صدی کے آخری چہارم حصہ میں خدا پرستی و دہریت کے بین بین[۲] ایک نیا فرقہ قائم کیا ہے - روحوں کو اور مادہ کو اور اُن کے تمام خواص و افعال کو مثل خدا کے قدیم اور غیر مخلوق سمجھتے ہیں - مادہ کے قدیم ہونے کی دلیل اُن کے نزدیک مفصلۂ ذیل ہے - ہم اُن کی عبارت کا ماحصل سلیس الفاظ میں نقل کرتے ہیں[۳] :-

دنیا کو خدا نے پیدا کیا ہے - یعنی علت فاعلی خدا ہے مگر دنیا کی علت مادی پرکرتی (مادہ کی ابتدائی غیر مرتب شکل) ہے - پرکرتی ازلی ہے -

پنڈت موصوف نے اِس کی تائید میں - وید کا ایک منتر نقل کیا ہے - ہم نہیں کہہ سکتے کہ اِس منتر کا یہی مفہوم[۴] ہے - جو پنڈت جی نے سمجھا ہے - مگر ہم کو اس سے کچھ بحث نہیں ہے - اس لئے

---

[۱] کتاب مذکور - صفحہ ۱۳۹ -

[۲] خدا پرستی کا مفہوم یہ ہے کہ صرف ایک خدا کو قدیم اور واجب الوجود مانا جائے - اور دہریت کا ماحصل یہ ہے کہ صرف مادہ کو قدیم اور واجب الوجود تسلیم کیا جائے - آریہ خدا اور مادہ دونوں کو قدیم اور واجب الوجود کہتے ہیں گویا دونوں مذہبوں کے اصول کو تسلیم کر کے انہیں موافقت کی ایک صورت پیدا کرنا چاہتے ہیں - اس لحاظ سے مصنف نے اِس فرقہ کو دونوں کے بین بین کہا ہے +

[۳] ستیارتھ پرکاش - ایڈیشن ۱۸۹۹ء صفحہ ۲۷۴ و ۲۷۵ +

[۴] سوامی دیانند نے اس موقع پر ایک حوالہ رگوید کے منڈل ۱- سکت ۱۶۴ منتر ۲۰ کا دیا ہے - راقم نے اس منتر کو غور سے دیکھا - اور ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۷۵ - اور نیز دیانند جی کے رگوید بھاشیہ (جلد سوم صفحات ۷۱۶ لغایت ۷۱۸ مطبوعہ اجمیر سمت ۱۹۲۱ میں

ہم اُن کے ایک مُرید کے عقلی دلائل اِس موقع پر درج کرتے ہیں[ف۱]:-

(۱) چونکہ خدا غیر مادّی ہے اِس واسطے مادّی دُنیا اُس سے نہیں نکل سکتی کیونکہ کسی چیز سے وہی چیز نکلتی ہے جو اُس کے اندر ہوتی ہے۔

(۲) دُنیا نہ تو صرف قدرت سے بن سکتی ہے اور نہ حُکم سے۔ قدرت صفت ہے۔ وہ موصوف سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔

(۳) سائنس کی رو سے نیست سے ہست نہیں ہو سکتا صرف ہست سے ہست نکل سکتا ہے۔ عدم سے مادّہ کا پیدا ہونا محال ہے۔

۵ مصنف علم الکلام کا دعوےٰ

شمس العلماء مولینا شبلی نعمانی نے اپنی کتاب "علم الکلام" جلد ۲ (مطبوعہ ۱۳۱۳ء افضلی) میں برخلاف متکلمین۔ قدامت مادّہ کے عقیدہ کی تائید کی ہے۔ جس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ مادّیین کے دلائل مولینا کو ناقابل تردید نظر آئے۔ اور حکمائے زمانۂ حال کے خیالات کا رُعب اُن پر پڑ گیا۔ حالانکہ فلسفی نظر سے دیکھا جائے تو وہ خیالات صرف توہّمات ہیں نہ کہ قطعی استدلال۔ علاوہ بریں مولینا نے "علم الکلام" میں اشعریوں کے سب عقیدوں کو غلط سمجھا ہے۔ حالانکہ اُن کے بھی بعض عقائد صحیح ہیں۔ خلاصہ اُن کی تحریر کا یہ ہے۔

> مسلمان متکلمین نے مادّہ کو حادث (مخلوق) اِس دلیل سے ثابت کیا تھا کہ مادّہ میں ایک چیز صورت یعنی عوارض اور خاصیتیں ہیں اور ایک چیز ہیولےٰ یعنی اصل شے ہے کبھی مادّہ صورت اور عوارض سے خالی نہیں پایا جاتا۔ صورت اور عرض فانی اور متغیر ہے لہٰذا حادث ہے۔ جو چیز (مادّہ یا ہیولےٰ) بغیر کسی حادث اور مخلوق کے نہ پائی جا سکے وہ قدیم اور غیر مخلوق نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا مادّہ قدیم نہیں[ف۲]۔

اِس کے متعلق مولینا نے یہ عجیب و غریب جواب دیا ہے کہ:-

"یہ استدلال بھی صحیح نہیں۔ اِس لیے کہ مادّہ قدیم ہے اور یہ صورتیں علیٰ سبیل البدلیۃ پیدا ہوتی اور فنا ہوتی رہتی ہیں اِس بنا پر ان کے لیے ایک قدیم علّت نہیں بلکہ افراد ان

(بقیہ نوٹ صفحۂ گذشتہ) اُنکی تفسیر کو پڑھا تو کہیں پرمیشور۔ روح اور مادّہ کی قدامت کا ذکر نہ پایا البتہ یہ ذکر ضرور ہے کہ "ایک درخت پر دو خوبصورت پروں والے پرندے بیٹھے ہوئے ہیں ایک تو درخت کا پھل کھا رہا ہے اور دوسرا دیکھ رہا ہے" کہا جاتا ہے کہ درخت سے مادّہ۔ پھل کھانے والے جانور سے روح اور دیکھنے والے جانور سے پرمیشور مراد ہے۔ ظاہر ہے کہ اِس قسم کے نقلی حوالوں سے مادّہ وغیرہ کی قدامت ثابت نہیں ہو سکتی + (غلام الحسنین) ف۱ کلیات آریہ مسافر صفحہ ۳۳۱۔ ایڈیشن ۱۹۰۴ء (تکذیب براہین احمدیہ) ف۲ یہ خلاصہ ہے "الکلام" حصۂ دوم مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۰۶ء کے صفحات ۳۲ لغایت ۳۳ کا۔

لاکھوں حادث علتیں درکار ہیں ......"

"یہ امر قطعی ہے کہ کوئی شئے عدم محض سے وجود میں نہیں آسکتی ۔ اس بنا پر عالم کا مادہ قدیم ہے ۔ تحقیقات جدیدہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم کی ترکیبی صورت سے پہلے فضائے غیر متناہی میں نہایت چھوٹے چھوٹے اجزا پھیلے ہوئے تھے ۔ ان اجزا کو علمی اصطلاح میں ذیمقراطیسی کہتے ہیں ۔ یہ اجزا آپس میں ملے اور ترکیب پاکر رفتہ رفتہ یہ عالم پیدا ہوگیا"[۵۱]

مولینا نے جہاں ملاحدہ کے اعتراضات کا جواب دیا ہے وہاں پھر مانا ہے کہ "عالم (یعنی مادۂ عالم) قدیم ہے"[۵۲] اور خدا کی ضرورت کو محض صانع ہونے کی وجہ سے ثابت کیا ہے ۔ اب ہم ان سب خیالات پر جداگانہ رائے دیتے ہیں ؎

فصل دوم

مادہ کو ناقابلِ فنا ماننے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے ؟

۶ ۔ ہربرٹ سپنسر کا قول ایک معنی میں صحیح ہے ؎

فاضل حکیم ہربرٹ سپنسر کی یہ رائے کہ "مادہ ضائع اور معدوم نہیں ہوسکتا" اس معنی میں صحیح ہے کہ اُس کو فنا اور معدوم کرنے کی کوئی قوت ہمارے پاس نہیں ہے ۔ مگر اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ جو چیز معدوم اور غائب نہیں ہوسکتی اور ... حادثت موجود ہے ۔ ضرور ہے کہ وہ ہمیشہ سے موجود ہو ۔ یعنی جب ہم مادہ کو ابدی یا ناقابلِ فنا مانتے ہیں تو ہم کو ماننا پڑے گا کہ وہ ازلی بھی ہے ۔ مگر یہ بات نہیں ہے ۔ مادہ جیسا کہ ہم ثابت کرینگے ۔ دراصل حادث اور فانی ہے ؎

۷ ۔ قدامت مادہ کے اعتقاد کی بنیاد تین باتوں پر ہے ۔

مادہ میں صرف اس صفت کے موجود ہونے کی وجہ سے کہ "ہمارے پاس کوئی قوت ایسی نہیں ہے جس سے اُس کو ضائع یا فنا کرسکیں" اگر ہم مادہ کو قدیم اور غیر مخلوق مان لیں تو اُس کے واسطے مفصلہ ذیل باتوں کو تسلیم کرنا پڑیگا :۔

(۱) انسان کی قوت سے بالاتر کوئی قوت عالم میں موجود نہیں ہے ۔

(۲) انسان کا علم یقینی اور قابلِ وثوق ہے ۔

۵۱ "الکلام" حصۂ دوم صفحہ ۴۴ مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۰۶ء

۵۲ "الکلام" حصۂ دوم صفحہ ۵۴ ۔ ۵۵ مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۰۶ء

(۳) مادہ کی اصلی ماہیت اور ترکیب ہم کو معلوم ہے۔

۸۔ یہ تینوں باتیں ناقابل تسلیم ہیں

جب تک ان تینوں باتوں کو نہ مانا جاے۔ قدامت مادہ کا دعوےٰ ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا۔

اولاً۔ اگر انسانی قوت سے بڑھکر کوئی قوت عالم میں موجود ہو تو ہم مادہ کے ناقابل فنا ہونے کا قطعی حکم نہیں لگا سکتے۔ تاوقتیکہ اُس اعلےٰ قوت کو حاصل کر کے تجربہ نہ کریں اس وقت جو ہم کہتے ہیں کہ مادہ کے ذرات نہ گھٹتے ہیں اور نہ بڑھتے ہیں۔ یہ بات انسانی طاقت کا تجربہ کرنے سے ہمارے ذہن میں پیدا ہوتی ہے کیونکہ ہم میں صرف اتنی ہی قوت ہے کہ مادہ کی صورت اور ترکیب کو بعض اوقات تبدیل کر دیں۔ اور اکثر حالتوں میں ہم مادہ کی ترتیب اور ترکیب کو بھی بدلنے سے قاصر ہیں۔

ثانیاً۔ اگر ہم یہ مان لیں کہ ہمارا علم اضافی ہے۔ اور مختلف اور مخالف حالات موجود ہوں تو ہمارا علم اور خیال بھی بالکل غلط ہو جائیگا۔ تو اس صورت میں بھی مادہ کو ناقابل فنا نہیں کہہ سکتے۔

ثالثاً۔ اگر یہ بھی فرض کر لیا جاے کہ ہماری قوت سے بڑھکر کوئی قوت نہیں اور ہمارا علم مادہ کے معاملہ میں قطعی ہے۔ تب بھی قدامت مادہ کے ماننے سے پہلے یہ ماننا چاہیے کہ وہ علم درجۂ کمال کو پہنچ گیا ہے۔ اور یہ کہ ہم واقف ہیں کہ مادہ کیا چیز ہے اور اُس کے ضائع یا معدوم نہونے کے کیا معنی ہیں؟

میں ثابت کرونگا کہ ہم ان تینوں باتوں کو نہیں مان سکتے۔ اس لیے کہ فی الحقیقت

(۱) انسانی قوت سے بالاتر قوت عالم میں موجود ہے۔

(۲) انسان کا علم یقینی نہیں بلکہ اضافی ہے۔

(۳) ہم کو مادہ کی اصلی ماہیت اور ترکیب کا علم نہیں ہے ٭

فصل سوم

انسانی قوت سے بالاتر قوت موجود ہے

۹۔ انسانی علم و قوت ناقص ہیں

یہ بات زیادہ بحث کی محتاج نہیں کہ:۔

(ا) انسان کا علم ہمیشہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ اور

(ب) قوت کا تعلق علم سے ہے۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ انسان کی قوت مثل اُس کے علم کے حد کمال کو نہیں پہنچی ٭

۱۰۔ ایک بالاتر قوت کا وجود ہے

یہ امر بدیہی ہے کہ دنیا کی لاکھوں چیزیں ایسی ہیں جو انسان کی دسترس سے بالکل باہر ہیں۔ اور قدرت کے کارخانے اور اُس کے کمال حکمت پر غور کرنے سے عقل انسانی حیرت زدہ رہ جاتی ہے اور کسی ایک بات کی اصل حقیقت کا بھی ادراک نہیں ہوتا۔ انسان اپنی کمزوری اور بےبسی کو برائے العین مشاہدہ کرتا ہے۔ اِس سے یہ نتیجہ صاف طور پر نکلتا ہے کہ جو قوت اس عالم پر حکمران اور اُس کی مدبّر و منتظم ہے۔ ضرور ہے کہ وہ ہماری قوت سے بعید بالاتر ہو۔ لیکن اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ انسان سے بالاتر کوئی چیز نہیں ہے اور اس وقت عالم میں ہماری قوت سب سے زیادہ ہے۔ تو بھی یہ قوت ناتکمل ضرور ہے۔ اور اسی لیے اُس کی بنا پر قطعی دعوے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آئندہ خود ہماری قوت بڑھ سکتی ہے۔

۱۱۔ توضیح اس امر کی کہ انسانی قوت بہت زیادہ قابل ترقی ہے

زمانہ سابق میں از روئے سائنس ہم نے انسان کو کبھی اُن کاموں کے کرنے کے قابل نہ سمجھا تھا۔ جن کو وہ آج پورا کر رہا ہے۔ مثلاً۔ وہ پہلے پانچ ہزار میل پر پانچ منٹ کے اندر خبر نہیں پہنچا سکتا تھا۔ مگر اب یہ قوت انسان میں موجود ہے؎

آج ہم انسان کو (از روئے علوم جسمانیات) اس بات کے قابل نہیں سمجھتے کہ:۔

(ا) وہ بلا وساطت مادّہ محض اپنے ارادہ سے ایک پتھر کو حرکت دے۔ یا

(ب) سیّارۂ مریخ تک پیغام رسانی کر سکے۔

لیکن ممکن ہے کہ آئندہ یہ دونوں باتیں اسی طرح پوری ہو جائیں جس طرح اور ہزاروں باتیں پوری ہو گئی ہیں۔

۱۲۔ اس بحث کا نتیجہ

پس اس حالت میں کہنا یہ چاہیے کہ۔

"جہاں تک اہل سائنس نے انسانی قوت کا تجربہ کیا ہے۔ وہ مادہ کی مقدار میں کسی کمی یا زیادتی کو محسوس نہیں کر سکتے"

فصل چہارم

انسانی علم اضافی اور نسبتی ہے یقینی نہیں

۱۳۔ انسانی علم کے اضافی ہونے کی بابت حکمائے سابق و حال کا اتفاق

یہ امر بدیہی ہے کہ تمام انسانی علم اضافی یا نسبتی ہے" علم۔ حواس خمسہ یا تو اس ششگانہ کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر اُن کی جگہ جو اس ششگانہ

؎ علم النفس کے بعض عالموں کی رائے ہے کہ حواس خمسہ کے علاوہ انسان میں ایک چھٹی حس بھی ہے جس کے ذریعہ سے وہ فضا کی اصوات و حرکت محسوس کر سکتا ہے۔ (مصنف)

رہ جائیں یا حواس عشرہ ہوجائیں تو اس وقت جس قدر احکامِ علمی ہیں۔ اور جس قدر موجودہ سائنس ہے۔ اُس میں ایسا انقلاب ہوجائیگا کہ وہ لوگ جن کے تین یا دس حواس ہوں ہمارے خیالات اور تصانیف کو واہیات اور خیالی افسانوں کا مجموعہ سمجھیں گے +

۱۴- ہربرٹ سپنسر کی ایک لطیف بحث

اِن ہی حواس خمسہ میں ہزاروں پروے اِس قسم کے ہیں کہ لائق سے لائق آدمی بھی اپنے علمی دعوے کو بہت سی شرائط اور تامل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ خود حکیم سپنسر نے مادّہ اور حرکت کے مباحث میں علم کے اضافی ہونے کی بابت لطیف بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ انسانی علم کی رو سے کسی بات کا قطعی جواب دینا محال ہے۔ ہم حکیم موصوف کی اِس بحث کا ماحصل سلیس عبارت میں بیان کرتے ہیں؎ :-

"فرض کرو کہ ایک جہاز خطِ استوا پر سمندر میں جا رہا ہے۔ اور اُس کا رُخ مشرق سے مغرب کی طرف ہے۔ اب ایک شخص انجن کی طرف سے پشتِ جہاز کی طرف جا رہا ہے اور اُس کی سُرعت جہاز کی سُرعت کے مساوی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اُس کی واقعی حرکت کس طرف کو ہے؟ اس کے کئی جواب ہو سکتے ہیں:-

(ا) اگر یہ کہو کہ وہ مغرب سے مشرق کی طرف حرکت کرتا ہے (جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے) تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ جہاز اُس کو اُسی تیزی کے ساتھ مغرب کی طرف لے جا رہا ہے۔

(ب) یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ مغرب کی طرف جا رہا ہے کیونکہ اُس کا رُخ۔ ارادہ اور حرکت مشرق کی طرف ہے۔ پس بہ لحاظ جہاز کی اندرونی چیزوں کے اُس کی حرکت جانب مشرق ہے۔ اور بہ لحاظ اشیاے خارج از جہاز وہ قائم ہے۔ اُس کی کوئی حرکت نہیں +

(ج) مگر اب بھی یہ جواب صحیح نہیں ہے۔ وہ قائم بھی نہیں۔ زمین کی محوری حرکت کا حساب کرو تو یہ شخص ایک ہزار میل فی گھنٹہ کے حساب سے مشرق کی طرف جا رہا ہے۔ پس نہ تو اُس شخص کا علم صحیح ہے جو جہاز کے اندر سے اُس کو دیکھ رہا ہے۔ اور نہ اُس شخص کا جو جہاز کے باہر سے اُس کا معائنہ کرتا ہے +

(د) مگر یہ تیسرا جواب بھی غلط ہے۔ کیونکہ زمین کی ایک حرکت آفتاب کے گرد مدارِ ارضی پر ہوتی ہے۔ یہ حرکت تخمیناً اڑسٹھ ہزار میل فی گھنٹہ ہے۔ پس وہ اڑسٹھ ہزار میل فی گھنٹہ کے حساب سے مشرق کی طرف چل رہا ہے +

(ہ) مگر اب بھی حرکت (نقلِ مقام) کا اصلی پتہ نہیں چلا کیونکہ تمام نظامِ شمسی

؎ فرسٹ پرنسپلز (اصولِ اوّلیہ) حصّہ اوّل باب سوم صفحہ ۸۱ - ایڈیشن سنہ ۱۹۰۴ء -

مجموعہ نجوم "ہرکیولیز" کی طرف بڑھتا جاتا ہے اور ان کے علاوہ جو حرکتیں ہوں وہ ہم جانتے نہیں" ؀

١٥- بحث مذکور سے مادہ کی حقیقت پر کہاں تک روشنی پڑ سکتی ہے؟

اِس بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ "ہمارا علم محدود اور بقدر اپنی قدرت کے ہے - ہماری قدرت بہت کم ہے - اِس لیے علم بھی بہت کم ہے" - پس مادہ کی بابت ہم کو صرف یہ کہنا چاہیے کہ :-

"جہاں تک اہل سائنس نے انسانی قوت کا تجربہ کیا ہے وہاں تک باعتبار اشیاے محسوسہ کے وہ مادہ کی مقدار میں کمی یا زیادتی محسوس نہیں کر سکتے - مگر حقیقی حالت کی اُنہیں خبر نہیں" ؀

جب ہمارا علم اضافی اور نسبتی ہوا اور طاقت محدود - تو یہ کہنا کہ "مادہ کی بابت ہم کو سب کچھ معلوم ہے" بالکل لغو ہے - مادہ کی بابت یہ جو کچھ انسانی خیال ہے - محض غلط اور واہمہ ہے - اِس کی بابت میں آئندہ بحث کرونگا ؀

١٦- اوپر کے بیان کا خلاصہ

اس فصل میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے - اُس سے چند ضروری نتائج نکلتے ہیں - جن کو ہم مختصر طور پر ذیل میں درج کرتے ہیں :-

اولاً - بعض حکماے طبیعین کا یہ خیال کہ "چونکہ مادہ کم و بیش نہیں ہو سکتا اِس لیے قدیم ہے" غلط ہے ؀

ثانیاً - اس بات کے ماننے سے لازم آئے گا کہ انسان "عقلِ کُل" اور "علمِ قطعی" رکھتا ہے - اور جو کچھ اُس کی قوت اور تجربہ - اور علم ہے - اُس سے زیادہ ممکن نہیں - حالانکہ یہ خیال بداہۃً باطل ہے ؀

ثالثاً - مادہ انسانی طاقت یا اپنے اجزا کے تصادُم سے بے شک فنا نہیں ہوتا - اِس سے زیادہ دعوٰے نہ سپنسر کا تھا اور نہ کسی معقول شخص کا ہو سکتا ہے ؀

رابعاً - جو لوگ خدا کو مانتے ہیں یا انسان سے بالاتر کسی صانع و خالق کے وجود کے قائل ہیں - اُن کو کسی قسم کی مشکل اِس مسئلہ میں نہیں ہو سکتی ؀

اب ہم اُن تینوں دلیلوں پر (جو قدامت مادہ کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں - اور جن کو ہم دفعہ ۹ میں نقل کر چکے ہیں) عقلی و فلسفی حیثیت سے بحث کر کے اِس باب کو ختم کریں گے - اور اِسی ضمن میں مادہ کی حقیقت و ماہیت کی بابت فلاسفہ کے اقوال نقل کر کے اُن کی تنقید بھی کریں گے ؀

فصلِ پنجم

غیر مادّی سے مادّہ نہیں نکل سکتا

(قدامتِ مادّہ کی پہلی دلیل پر بحث)

١٧۔ قدامت مادّہ کی پہلی دلیل اور اُس کے مفروضات

یہ دلیل ہم نے اوپر نقل کی ہے۔ یعنی۔ "چونکہ خدا غیر مادّی ہے۔ اِس واسطے مادّی دنیا اُس سے نہیں نکل سکتی" اس دلیل میں مفصلۂ ذیل چار باتیں فرض کی گئی ہیں:۔

(١) ایک ہستی ہے جو خالق و صانع ہے اور جس کو "خدا" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(٢) وہ ہستی غیر مادّی ہے۔

(٣) ہر مخلوق کا اُس میں سے اِس طرح نکلنا ضرور ہے۔ جیسے زمین میں سے درخت یا پانی میں سے بُلبُلے کا۔

(٤) غیر مادّی ہستی میں سے مادّی چیز نہیں نکل سکتی۔

١٨۔ مفروضات مذکور پر بحث

اِن چاروں باتوں میں سے بعض صحیح ہیں اور بعض بالکل غلط۔

اوّل۔ خدا کا وجود صحیح ہے۔ لیکن اگر خدا کو قادرِ مطلق مانا جائے۔ یعنی ایسی قدرت والا جس کے لیے شرطیں مقرر نہیں ہیں۔ تب تو قدامتِ مادّہ کا دعوےٰ ہی فضول ہے۔ اگر خدا کو قادرِ مقیّد مانا جائے تب البتہ بحث کی ضرورت ہے۔

دوم۔ دوسری بات بھی کہ "خدا غیر مادّی ہے" صحیح ہے۔ اِس معنی میں کہ مادّہ میں جو اُمور خلافِ درجۂ کمال یا جو نقائص ہیں۔ مثلاً اُس کا بےحس و حرکت یا محدود ہونا۔ وغیرہ اُن ناقص صفتوں کو خدا کی طرف منسوب نہیں کر سکتے۔

سوم۔ تیسرا امر کہ "ہر مخلوق کا خدا میں سے نکلنا لازم ہے" محض لغو ہے۔ ہم ہزاروں علّتیں دیکھتے ہیں۔ اور قوتوں کو کام کرتا پاتے ہیں جو کسی شے کے اندر سے نہیں نکلتیں۔ مثلاً

(ا) مقناطیس دور سے لوہے کو کھینچتا ہے۔ مگر اِس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ فولاد کی حرکت جو مقناطیس میں سے نکل آئی ہے۔ مادّی چیز ہے۔

(ب) انسان کا غضبناک چہرہ دیکھنے والوں کو خوف یا رنج پہنچاتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خوف یا رنج جو ایک غیر مادّی قلبی فعل ہے۔ وہ چہرہ کی ساخت

میں سے نکلا ہے۔

(ج) ہم خود دیکھتے ہیں کہ محض ہمارا ارادہ بڑے بوجھ کو حرکت دیتا ہے۔ اور ہم سے لاکھوں کام کراتا ہے۔ حالانکہ ارادہ مادّی نہیں۔ اگر ارادہ کو اور روح کو مادّی مانا جائے۔ تب تو نہ "روح" کو ماننے کی ضرورت ہوگی۔ نہ "خدا" کو۔ اِس صورت میں تو صرف مادّہ کو سب کے لیے کافی علت ماننا پڑیگا۔

چہارم۔ رہی چوتھی بات کہ "غیر مادّی ہستی میں سے مادّی ہستی نہیں نکل سکتی" صحیح بھی ہے اور غلط بھی۔ صحیح اِن معنی میں ہے کہ مادّہ غیر مادّہ کا جزو نہیں ہو سکتا۔ غلط اِن معنی میں کہ ایک محدود ہستی یعنی انسان کا ارادہ مادّہ میں ایک قوّت یا حرکت پیدا کر سکتا ہے۔ تو جو غیر محدود ہستی، حرکت یا قوّت کو پیدا کر سکتی ہے۔ وہ مادّہ کو بھی ضرور پیدا کر سکتی ہے۔ ہم آگے چل کر اِس بات کو بتائیں گے کہ مادّہ محض قوّت ہے۔

فصل ششم

مادّہ کیا چیز ہے؟

۱۹ - مادّہ کی ماہیت کی بابت ایک سطحی خیال

دراصل جو لوگ یہ دعوےٰ کرتے ہیں کہ "مادّہ قدیم ہے" اُن کا اوّل فرض یہ ہے کہ وہ اچھی طرح سمجھا دیں کہ مادّہ سے کیا مُراد لیتے ہیں۔ بعض سطحی خیال والے تو یہ کہکر رہ جائیں گے کہ "جو چیزیں ہم کو نظر آتی ہیں یہ سب مادّہ ہیں" مگر یہ جواب ناقص علم یا جہالت پر مبنی ہے۔ دراصل ہم کو الوان (رنگوں) کے سوا یعنی روشنی کی کرنوں کے مختلف اِنعکاس کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی۔

۲۰ ۔ مادّہ کی تعریف (محسوسات)

جو لوگ زیادہ علم رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ "ہم کو جن چیزوں کا علم حواس خمسہ سے ہوتا ہے وہ چیزیں مادّی ہیں"۔

حقیقت یہ ہے کہ حواس خمسہ سے ذہن میں چند احساس یا ادراک پیدا ہوتے ہیں مثلاً اِس کاغذ کی نسبت جس پر ہم لکھتے ہیں۔ ہم کو کیا معلوم ہوتا ہے؟

(۱) ایک شعاع آنکھ پر پڑتی ہے اور ذہن سپیدی کو محسوس کرتا ہے۔

(۲) چھونے سے پایا جاتا ہے کہ ذہن کو ایک نرم اور صاف چیز کا ادراک ہوتا ہے۔

(۳) ناک کے ذریعہ سے ایک خاص قسم کی حس پیدا ہوتی ہے۔

(۴) کان کے ذریعہ سے ذہن میں ایک خاص اثر یا ادراک پیدا ہوتا ہے۔

(۵) زبان کے ذریعہ سے ذہن کو ایک پانچویں چیز جس کو ذائقہ کہتے ہیں معلوم ہوتی ہے۔
غرض۔ ذہن کی مختلف پانچ کیفیتوں کا کھوج لگا کر انسان کے تجربہ یا عقل نے جس چیز کی طرف ان خاص قسم کے اثرات کو منسوب کیا ہے اُس کو مادہ کہتے ہیں +

۲۱۔ مادہ کی ترکیب کی بابت قدیم خیال (صورت اور ہیولےٰ)

قیاس نے اِس مادہ میں دو چیزیں فرض کی ہیں۔ ایک مستقل اور ایک عارضی۔ عارضی چیزیں یہی رنگ۔ بو۔ ذائقہ۔ نرمی۔ سختی۔ اور آواز ہیں۔ جو درحقیقت ذہن کے اثرات ہیں۔ لیکن اِن کے سوا ایک دوسری مستقل چیز بھی مادہ میں فرض کی گئی ہے۔ یعنی مادہ کی وہ حالت جس میں اثرات اور اعراض مطلق نہوں۔ اور جو حواس سے محسوس نہ ہو سکے۔ اِس شے (یعنی مادہ غیر محسوس بلا عوارض) کو ہیولےٰ کہتے ہیں +

پس مادہ کی اصل (ہیولےٰ) ایک مفروضہ چیز ہے۔ یعنی اگرچہ وہ حقیقی ہو۔ مگر ہم اُس سے بالکل بے خبر ہیں۔ اور اُس کو محسوس نہیں کر سکتے۔ اِس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مادہ کی تقسیم صورت اور ہیولےٰ میں ایک فرضی تقسیم ہے +

۲۲۔ مادہ کی ترکیب کی بابت جدید خیال (سالمات)

حال کی تحقیقات یہ ہے کہ مادہ نہایت ہی چھوٹے چھوٹے اجزا سے مرکب ہے۔ جن کو سالمات (ایٹم) یا اجزائے لایتجزّے یا اجزائے ذیمقراطیسی کہتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ اجزا چونکہ ناقابل فنا ہیں، اس لیے غیر مخلوق ہیں +

۲۳۔ سالمات قابل تقسیم ہیں یا نہیں؟

اجزائے ذیمقراطیسی یا سالمات۔ جن پر موجودہ طبیعئین نے جو دنیا کو قائم کیا ہے اُن کے متعلق ہربرٹ سپنسر جیسے محقق کے دلائل کا خلاصہ کافی ہوگا۔ [1] حکیم موصوف کہتا ہے کہ:۔

قدیم سے یہ بحث چلی آتی ہے کہ مادہ کے لاتعداد اجزا ہو سکتے ہیں۔ یا نہیں۔ کیونکہ دو حال سے خالی نہیں اور کوئی تیسری صورت ممکن نہیں۔

(۱) اگر یہ کہو کہ "مادہ کی تقسیم لامتناہی ہو سکتی ہے" تو یہ بات عقل میں نہیں آتی۔ کیونکہ لامتناہی تقسیم کے لیے لامتناہی زمانہ چاہیے۔ اور اِس زمانہ کا صحیح ادراک محالات سے ہے ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں، کہ تقسیم کرتے چلے جاؤ۔ کہیں جزو ناقابل تقسیم نہ آئے گا؟ یہ ایک مفروضہ ہے۔

(۲) اگر یہ کہو کہ "مادہ کی تقسیم لامتناہی نہیں ہو سکتی" بلکہ ایسے اجزا آ جاتے ہیں جن کی تقسیم کسی قوت سے ممکن نہیں۔ تو یہ امر بھی خلاف قیاس ہے اور عقل میں نہیں آتا۔ کیونکہ اِن

[1] فرسٹ پرنسپلز (اصول اولیہ) حصہ اول باب سوم ایڈیشن سنہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۳۸

اجزاے لایتجزّےٰ (سالمات) میں ضرور ہے کہ ایک سطح بالا ہو اور ایک سطح زیریں یہ خیال کہ دونوں سطحیں ایسی قریب ہو جائیں کہ اُن کے وسط میں کوئی چیز آکر فارق نہ ہو سکے۔ محال ہے۔ الغرض عقل انسانی میں یہ دقیق باتیں نہیں آسکتیں۔

(۳) علاوہ بریں مادہ کے اجزا کو کیسا ہی مضبوط اور ٹھوس سمجھو۔ مثلاً فولاد کے ٹکڑے کو لو۔ تو وہ بھی ایسے ہی اجزا سے مرکب ہے۔ اگر یہ اجزا آپس میں بالکل متصل ہوتے تو پھر ٹکڑے کے قابل نہ رہ سکتے۔ کیونکہ اُس حالت میں اُن کے درمیان فاصلہ مطلق نہ ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ مادہ ایسا ٹھوس ڈھیر نہیں جس کے اجزا کے بیچ میں فاصلہ نہ ہو۔

۲۴ نیوٹن کا مفروضہ | اب نیوٹن کا ظن اور مفروضہ[۵] ماننا پڑا کہ :-

"مادہ اُن سالمات سے مرکب ہے جو ایک دوسرے سے متصل نہیں بلکہ جُدا جُدا ہیں۔ لیکن قوت کشش اور قوت تنافر کے ذریعہ سے یہ اجزا ایک دوسرے پر اثر کرتے ہیں"

لیکن یہ مفروضہ بھی مشکل کو حل نہیں کرتا۔ کیونکہ مان لیا کہ مادہ نہایت ٹھوس اجزا سے مرکب ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ "ان سالمات کی ترکیب کیا ہے؟ کیونکہ یہ اجزا بھی مادہ کا ایک چھوٹا ڈھیر ہیں۔ اور دل کی خردبین سے دیکھا جائے تو اُن میں اور دیگر مادہ میں فرق نہیں ہے۔ پس وہی سوال اور مشکل باقی رہیگی۔ خواہ کسی قدر چھوٹا ابتدائی جزو مانا جاے۔

۲۵ حکیم لیبنز کا مفروضہ اور اُس کا رد | حکیم لیبنز (Leibnitz) کا یہ خیال تھا کہ مادہ کے اجزا ایسے چھوٹے چھوٹے نقطوں سے مرکب ہیں جن میں طول۔ عرض اور عمق نہیں

حکیم بوسکوویچ (Boscovich) فرانسیسی نے اِس کی تردید کی ہے۔ اور بجا تردید کی ہے کہ جب اجزا میں مکان نہیں تو اُن کے مجموعہ میں کہاں سے طول۔ عرض۔ عمق (ابعاد ثلثہ) پیدا ہو گئے؟

۲۶ - بوسکوویچ کا مفروضہ اور ہربٹ سپنسر کا اعتراض | اس حکیم آخر الذکر نے بقاعدہ ریاضی ثابت کرنا چاہا ہے کہ مادہ "نقاط قوت" سے مرکب ہے۔ جن کے مرکز جُدا جُدا ہیں۔ ہر مرکز بذریعہ "کشش" و "تنافر" مادہ کے ٹکڑوں کو خاص فاصلہ پر رکھتا ہے۔ ریاضی کے قواعد سے اس نے قوت کے مرکزوں کا عمل بوجہ دُوری یا قُرب فاصلہ کے بتایا ہے۔ مگر حکیم ہربٹ سپنسر کا خیال ہے کہ اس مفروضہ میں یہ عیب ہے کہ مرکز قوت جس میں ابعاد ثلثہ نہ ہوں خیال میں نہیں

[۵] کتاب مذکور صفحہ ۳۹

آسکتا۔ تاہم نیوٹن نے جو مادّہ کو "سالمات" سے مرکب بتایا ہے۔ اور بوسکو وِچ نے نقاط قوت سے۔ دونوں سے (بقول سپنسر) قوت کا وجود ماننا پڑے گا۔ کیونکہ جب ہم سوال کرتے ہیں کہ "آخر کونسی چیز روکتی ہے کہ ہم آسانی سے مادّہ کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کر سکتے"؟ تو جواب ملتا ہے کہ "قوتِ اتحادی"۔ پھر جب یہ سوال کرتے ہیں کہ "کونسی چیز روکتی ہے کہ مادّہ کے اجزاے ذیمقراطیسی یا سالمات کو ہم ٹکڑے ٹکڑے نہیں کر سکتے"؟ تو بھی یہی جواب ملتا ہے کہ "قوتِ اتحادی"۔ پس ہر صورت میں قوت کا وجود محقق ہے۔ خواہ ابعادِ ثلٰثہ ہوں یا نہ ہوں +

۲۷۔ مادّہ کی بابت سپنسر کا فیصلہ — اِس تمام بحث کا نتیجہ سپنسر نے یہ نکالا ہے کہ "مادّہ کی حقیقت اور اصلیت کو سمجھنا بھی ۔ مثل دیگر چیزوں (زمان و مکان) کی حقیقت اور اصلیت کے عقل انسانی سے بالا ہے"[1] الغرض مادّہ کی ماہیت کی بابت جس قدر مختلف خیال حکماے سابق و حال نے قائم کیے ہیں۔ اُن میں سے کوئی بھی قدامتِ مادّہ کے ثبوت میں بطور دلیل قطعی پیش نہیں کیا جا سکتا۔ فَهُوَ الْمُرَاد

فصل ہفتم

کیا قدرت مادّہ کو پیدا نہیں کر سکتی؟

(قدامت مادّہ کی دوسری دلیل پر بحث)

۲۸۔ قدامت مادّہ کی دوسری دلیل اور اُس کے مفروضات — مُلاحدہ اور آریہ سماجیوں کا یہ اعتراض کہ "محض قدرت یا حکمِ الٰہی سے دنیا پیدا نہیں ہو سکتی یعنی مادّہ خلق نہیں ہو سکتا کیونکہ قدرت صفت ہے وہ موصوف سے علیحدہ نہیں ہو سکتی"۔ ہم اوپر نقل کر چکے ہیں +

اِس اعتراض میں مفصلہ ذیل پانچ امور فرض کیے گئے ہیں:۔

(۱) قدرت الٰہی مثل انسانی قدرت کے ہے۔ اور قسم اور مقدار میں اُس سے زیادہ نہیں ہے۔

(۲) خدا کی پوری قدرت ہم کو معلوم ہے۔

(۳) "قدرت سے مادّہ کا پیدا ہونا" اِس کے معنی ہیں کہ ایک مادّی چیز دوسری مادّی چیز یعنی قدرت میں سے نکل آئی۔

[1] کتاب مذکور صفحہ ۴۰

(۴) قدرت خدا کی صفت ہے وہ خدا سے جُدا نہیں ہو سکتی۔

(۵) مادّہ خدا سے جدا ہے *

۹۔ مفروضات مذکورہ پر بحث — اب ہم ان مفروضات میں سے ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ بحث کریں گے۔

(۱) امر اوّل۔ محض لغو ہے۔ خدا کی غیر محدود قدرت کو انسان کی محدود قدرت پر قیاس کرنا جہالت اور بدمذہبی کا پہلا زینہ ہے۔ اور کوئی عاقل اس کا قائل نہیں۔

(۲) امر دوم۔ بھی باطل ہے جب انسان کی مختصر قوتیں معلوم نہیں تو خدا کی قدرت پر ہم کیسے حکم لگا سکتے ہیں۔؟

(۳) امر سوم کہ "قدرت کو ایک مادّہ سمجھا گیا ہے" محض فضول ہے۔ مادّہ خود ایک مخفی اور ناقابلِ فہم چیز ہے۔ لیکن اُس کے کچھ آثار انسان کو غور کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

(۴) امر چہارم۔ کہ "قدرت خدا کی صفت ہے اور اُس سے جُدا نہیں ہو سکتی" صحیح ہے۔ لیکن قدرت یا ارادۂ الٰہی کسی چیز کو خلق کرے تو جزوِ الٰہی نہیں ہو سکتی *

(۵) امر پنجم کہ "مادّہ خدا سے جُدا ہے" ایک معنی میں صحیح ہے۔ لیکن دوسرے معنی میں غلط ہے قدرتِ الٰہی ہر وقت اُس پر حاوی اور اُس کی محافظ و قرین ہے۔ مگر یہ بحث بہت نازک ہے اس لیے یہاں ترک کی جاتی ہے۔ اور میرے خیال میں کوئی خدا کا ماننے والا اس سے انکار نہیں کر سکتا *

غرض اس دلیل سے بھی مادّہ کی قدامت ثابت نہ ہوئی *

فصل ہشتم

نیست سے ہست نہیں ہو سکتا

(قدامت مادّہ کی تیسری دلیل پر بحث)

۳۰۔ قدامت مادّہ کی تیسری دلیل — آریہ سماجی فرقہ اور مادیین کی بڑی دلیل یہی ہے کہ "نیست یعنی عدم سے کوئی چیز موجود نہیں ہو سکتی" اس دلیل کو تمام اہل مذاہب تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ خدا کی ہستی کو اسی سے ثابت کرتے ہیں *

۳۱۔ اس دلیل سے بجائے قدامت کے حدوثِ مادّہ ثابت ہے — یہ دلیل مادّہ کی قدامت کو ثابت نہیں کرتی۔ بلکہ مادّہ کے حادث اور مخلوق ہونے کو ثابت کرتی ہے۔ جیسا کہ بیان ذیل سے واضح ہوگا۔

اوّلاً - دو باتیں بالکل ظاہر اور بدیہی ہیں۔

(۱) ایک تو یہ ظاہر ہے کہ "وجود ہے"

(۲) دوسرے یہ بھی ظاہر ہے کہ "عدم سے وجود نہیں ہو سکتا"

اِن دونوں باتوں کے ماننے سے یہ لازم آتا ہے کہ "ہمارا یا عالم کا وجود عدم سے نہیں آیا بلکہ کوئی کافی قوّت ہونی چاہیئے جس کی وجہ سے یہ عالم وجود میں آیا"۔ اس نتیجہ سے کسی کو اختلاف نہیں۔ جملہ اہل مذاہب بلکہ دہری وغیرہ لامذہب بھی اس بات کو مانتے ہیں *

ثانیاً - کُل مذاہب آسمانی اور اکثر حکما نے اُس علّت کو خدا قرار دیا ہے کیونکہ ایک ایسے وجود کا موجود ہونا لازمی ہے جس کو واجب الوجود کہتے ہیں۔ جس کے وجود سے دُنیا خالی نہیں ہو سکتی۔ اور جس نے باقی سب کو موجود کیا ہے *

خالص مادّیین - خدا کے وجود کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ صرف مادّہ کو کافی طور پر خالق مانتے ہیں۔ ہم آئندہ ثابت کرینگے کہ اُن کا دعوٰے کسی طرح سرسبز نہیں ہو سکتا۔ اور مادّہ میں یہ قابلیت نہیں کہ وہ خالق ہو سکے۔ خدا تعالےٰ میں یہ قدرت ہے اور عقل کی رو سے یہ محال نہیں ہے کہ وہ ایک قوّت (یعنی مادّہ) کو موجود کردے *

جب ایک کافی علّت (خدا) موجود ہے تو وہی علّت مادہ کی ہے نہ کہ کسی اَور کی اور ایک قدیم کے سوا کسی دوسری شے کو قدیم ماننے سے جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہ دوسری جگہ بیان کی جائیں گی (دیکھو دفعات ۳۰ لغایت ۴۱ رسالہ ہذا) *

ثالثاً - یہ دلیل کہ "سائنس کی رو سے عدم سے وجود نہیں ہوتا" اس کے یہی معنی ہیں کہ:-

"مادّہ یا انسان کسی چیز کو معدوم نہیں کر سکتا"

اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ:-

"خدا تعالےٰ یا قادر و صانع بھی مثل ہمارے مجبور ہے"

ہم نے مختصر طور پر اس باب میں اُن تمام دلائل کا جواب دے دیا ہے جو مادّہ کی قدامت کے ثبوت میں پیش کیئے جاتے ہیں۔ دوسرے باب میں ہم دوسرے طور پر ثابت کرینگے کہ مادّہ میں قدیم ہونے کی قابلیت نہیں ہے *

باب دوم

مادّہ قدیم نہیں ہوسکتا

فصل اوّل

نظامِ عالم کا اتحاد

۳۲- مسائلِ فلسفہ اور مسائلِ ریاضی کے ثبوت میں کیا فرق ہے؟

یہ بات سچ ہے کہ "مابعد الطبیعیّات" یا "اوّلیات" میں جن مسائل کا ذکر ہوتا ہے اُن کا ثبوت ایسا قطعی نہیں ہوسکتا۔ جیسا ریاضی کے مسائل (مثلاً دو اور دو چار) کا ثبوت قطعی سمجھا جاتا ہے۔ اِسی وجہ سے جب ہم فلسفیانہ دلائل سے یہ ظاہر کرینگے کہ "مادّہ قدیم نہیں" تو ممکن ہے کہ اُس ثبوت میں کوئی بات قابلِ بحث نظر آئے۔ مگر کُل دلائل پر بحیثیتِ مجموعی نظر کرنے سے مسئلۂ زیرِ بحث صاف ہوجائیگا۔

ہم نے باب اوّل میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مادّہ کے متعلق قدامت کا ثبوت ناکافی اور ناقص ہے۔ اب اِس باب میں پہلے ہم یہ ظاہر کرینگے کہ نظامِ عالم میں اتحاد ہے اور اُس میں ایک قوّت کے سوا کسی دوسری قوّت کی شرکت نظر نہیں آتی۔ اِس کے بعد ہم یہ دکھائینگے کہ مادّہ کو قدیم ماننے سے نظامِ عالم میں کیا کیا مفاسد لازم آتے ہیں۔

۳۳- دنیا کی ساخت اور اُس کے نقائص کی بابت مِل کا خیال

"جان سٹوارٹ مِل" نے اپنی کتاب "مضامینِ ثلٰثہ متعلق مذہب" میں ایک جگہ لکھا ہے کہ:-

"دنیا کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا خالق جو کوئی ہے وہ قادرِ مطلق نہیں ہے۔ ورنہ نقائص اور خرابیاں باقی نہ رہتیں۔"

۳۴- خیال مذکور کا ابطال

یہ خیال بڑی غلط فہمی ہے۔ جو نظامِ عالم کی کیفیت پر غور نہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔

(۱) حقیقت یہ ہے کہ نقص اور خرابیاں جو کچھ معلوم ہوتی ہیں وہ محض اِس وجہ سے ہیں کہ مخلوقات اور ممکنات مثلِ خالق اور واجب الوجود کے کامل نہیں ہوسکتی۔ اگر مخلوق کامل ہو تو اُس میں اور خالق میں فرق نہ ہوگا اور دو ضدیں ایک جگہ جمع ہوجائینگی

اور یہ محال ہے +

(۲) پس انسانی ساخت میں جو کچھ نقص ہے وہ محض اِس وجہ سے ہے کہ انسان اپنے ارادہ سے بلا جبر و اکراہ اپنی فطرت کو سلیم اور انسانی حد کے اندر کامل بنائے۔ یہی حال دیگر مخلوقات کا ہے۔ وہ بھی اسی طرح بتدریج اپنی حدِ کمال کو پہنچتی ہے +

(۳) اگر انسان میں ضرورتیں اور نقائص نہ ہوں تو وہ یا فرشتہ ہوگا یا پتھر مگر مقصود اُس کی خلقت سے یہ دونوں باتیں نہیں +

۳۵۔ نظامِ عالم کا حاکم ذاتِ واحد ہے | دنیا کی ساخت سے خدا کا قادرِ مطلق ہونا ظاہر ہو یا نہ ہو (اور ہمارے نزدیک تو یہ بات بخوبی ظاہر ہے) تب بھی نظامِ عالم کا حاکم ایک واحد ذات معلوم ہوتی ہے کیونکہ تمام مظاہرِ قدرت زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں کہیں کسی دوسری قوت کا اثر نظر نہیں آتا۔ لہٰذا یہ بات بطور اصولِ موضوعہ مان لینی چاہیے کہ "نظامِ عالم متحد ہے اور ایک طاقت کے ماتحت ہے"

۳۶۔ محض خدا کا وجود خلقِ عالم کے لیے کافی ہے | تمام مادیین اُس "ذاتِ واحد" کو "مادہ" قرار دیتے ہیں لیکن مادہ میں عقل اور تخیل اور تمام دیگر حرکاتِ ارادی کے پیدا کرنے کی قابلیت نہیں ہے اب لامحالہ خدا تعالےٰ یعنی ایک حکیم، قدیم اور قدیر ہستی کو اس عالم کی علت ماننا جائیگا۔ اُس کی موجودگی میں بشرطیکہ قدرتِ الٰہی انسانی قدرت سے بالاتر ہو۔ مادہ کی ضرورت نہیں +

فصلِ دوم

ابطالِ تعددِ قدما

۳۷۔ تعددِ قدما کے اعتقاد کی پہلی خرابی (خدائے تعالےٰ قادرِ مطلق نہیں رہتا) | اب سوال یہ ہے کہ "خدا تعالےٰ کے سوا اِس عالم کے خلق میں کسی اور علت کی شرکت ممکن ہے یا نہیں"؟ بالفاظِ دیگر آیا خدا کے سوا کسی دوسری شے کو قدیم مان سکتے ہیں یا نہیں"؟

ہمارے نزدیک یہ اعتقاد یعنی ایک سے زیادہ چیزوں کو قدیم ماننا بہت سی خرابیوں کی بنیاد ہے۔

مادہ کو مثلِ ذاتِ الٰہی کے "قدیم" اور "واجب الوجود" اور "موجود بذاتہ" ماننے سے پہلی خرابی یہ لازم آتی ہے کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ دنیا کے پیدا کرنے میں ایک دوسری اندھی طاقت شریک ہو جاتی ہے اور خدا قادرِ مطلق نہیں رہتا +

اب اگر خدا نے مجبوری یا نقصِ قدرت کی وجہ سے مادہ کو دنیا کے بنانے میں شریک کیا ہے

تو یہ ظاہر ہے کہ انتظامِ عالم اور جزا و سزا میں وہ ایک بڑی حد تک اِس مادّہ کے ہاتھ سے مجبور ہو جائیگا اور جب مجبور ہو گا تو نظام کل قوم کو ایک غرض اور غایت کی طرف نہیں چلا سکتا۔ کیونکہ مادّہ ایک قدیم واجب الوجود مستقل شے جو اپنے خواصِ قدیم اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ بعض اوقات عالم کو ایک طرف کھینچے گا۔ اور خدا دوسری طرف۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ قوانین فطرت میں اتحاد باقی نہیں رہیگا لہٰذا انتظامِ عالم بحیثیت موجودہ محال ہوگا۔ مگر نظامِ عالم بحیثیت موجودہ باقاعدہ ہے۔ اِس لیے یہ خیال کہ "مادّہ شریکِ خلقتِ ازلی میں ہے" باطل ہوا +

۳۸۔ اعتقادِ مذکور کی دوسری خرابی (مادّہ قدیم ہو کر خدا کا محکوم نہیں ہو سکتا)

مگر جو لوگ علاوہ خدا کے۔ قدامتِ مادّہ کے بھی قائل ہیں وہ کہہ سکتے ہیں کہ:-

"لمعتوبے شک قدیم اور واجب الوجود ہے۔ اِس سبیلے اُس کا ہمیشہ موجود رہنا لازم ہے لیکن اُس میں یہ طاقت نہیں کہ وہ خدا کے مقابل میں اپنا اثر ظاہر کر سکے یعنی اگر خدا مادّہ سے ایک خاص کام لینا چاہتا ہے تو مادّہ میں یہ لیاقت نہیں کہ صانع کے خلاف حرکت سے انکار یا تخلّف کرے"

مگر یہ خیال کہ "باوجود قدیم اور واجب الوجود ہونے کے مادّہ خدا کا محکوم رہیگا" ایک غلط خیال ہے۔ کیونکہ اگر مادّہ بمقابل خدا مجبور رہے گا تو دو حال سے خالی نہیں۔

(۱) یا تو مادّہ میں مستقل قوتیں اور خواص ذاتی نہیں ہیں۔

(۲) یا وہ قوتیں اور خواص ایسے ہیں جو خدا کی طاقت کے سامنے معطّل یا ضائع ہو جاتے ہیں

(۱) صورت اوّل میں مادّہ در اصل ویسا مادّہ نہیں رہتا جو واجب الوجود ہو۔ یا جس میں عالم کے مصالحہ بننے کی ذاتی قابلیت ہو۔ کیونکہ ہم مادّہ کو اُس کے خواص سے جانتے ہیں۔ جب خواص ذاتی نہیں ہیں بلکہ خدا کے عطا کیے ہوئے ہیں۔ تو پھر مادّہ میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا اور اُس کو مستقل بالذات نہیں مان سکتے۔ اُس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ:-

(ا) جب انسان میں سے عقل نکال لی جائے تو وہ صرف حیوان رہ جائیگا۔

(ب) حیوان میں سے حیات نکال لی جائے تو محض مادّہ رہ جائیگا۔

(ج) اِسی طرح مادّہ میں صفات و قوٰے نہ رہیں تو وہ عدم محض ہو جائے گا پس عدم باقی رہ گیا۔

اور یہی ہماری مُراد ہے کہ خدا نے مادّہ کو موجود کر دیا۔ حالانکہ وہ موجود۔ ایجاد کے قبل معدوم تھا +

(۲) صورتِ دوم میں یعنی اگر مادّہ کے خواص اور قوتیں ذاتی ہیں۔ لیکن مادّہ خدا کے ارادہ کا مقابلہ اِس لیے نہیں کر سکتا کہ خدا کے سامنے اُس کی خاصیتیں اور قوتیں معطّل ہو جاتی ہیں

تب بھی وہی اعتراض پیدا ہوگا جو غیر محدود قدرت والی ذات۔ مادہ کی قوت کو ایک عرصہ کیلیے بیکار کرسکتی ہے وہ اُس کو مستقلاً بھی بیکار کرسکتی ہے۔ جب ایک قوت ضایع ہوسکتی ہے۔ تو جس جس قوت سے صانع کو جب کام پڑیگا۔ وہ اُس کو بھی ایسا ہی بیکار کرسکے گا۔ پس خدا تعالےٰ میں مادہ کے تمام خواص اور قوتوں کے ضایع کرنے کی قدرت ہوگی اور مادہ۔ خواص۔ قوت اور عمل وغیرہ کے بغیر عدم رہ جائیگا۔ اِس لیے خدا تعالےٰ میں مادہ کو معدوم کرنے کی قوت ماننی پڑیگی۔ اور جو چیز قابل فنا ہے اور فنا کردی جاتی ہے۔ وہ ازلی۔ قدیم اور واجب الوجود نہیں ہوسکتی +

۳۹ - تیسری خرابی (عالم کے پیدا کرنے میں خدا مادہ کا محکوم ہوجائے گا)

مادہ کی قوتوں اور خاصیتوں کے متعلق جو دو شقیں اوپر قائم کی گئی تھیں اُن سے تو قدامت مادہ ثابت نہ ہوئی۔ بلکہ بجائے قدامت کے حدوث ثابت ہوگیا۔ اب صرف ایک بات باقی رہی وہ یہ کہ:-

”مادہ جو قدیم اور واجب الوجود ہے اُس کی قوتیں اور خاصیتیں باقی اور قائم رہتی ہیں اور خدا اُن کو معطل نہیں کرسکتا۔ صرف اُن کا استعمال کرسکتا ہے۔ جس طرح کمہار مٹی اور چاک کا استعمال کرتا ہے اور دونوں سے برتن بناتا ہے“

مگر یہ صورت بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ۔

(ا) اس صورت میں لامحالہ اگر خدا مادہ کو کسی مقصد کی طرف لے جانا چاہے تو مادہ اُسکا ساتھ نہیں دیگا۔ بلکہ خدا کو مادہ کے ساتھ اور اُس کے پیچھے جانا ہوگا۔ اِس سے خدا کا صرف قادر مطلق ہونا ہی باطل نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اپنے علم۔ ارادہ وغیرہ ہر چیز میں محدود اور مجبور مانا جائیگا۔ اور درا صل مادہ کا اسی طرح محکوم ہوگا جسطرح کمہار قوانین مادہ اور قوانین حرکت کا محکوم ہے +

(ب) اِس عالم کا خالق ایک بیجان اور غیر ذی عقل شے کے مقابل میں مجبور مانا جاے تو نظام عالم کے ترتیب دینے یا جزا و سزا دینے کی قابلیت بھی اُس سے سلب ہوجائیگی پس وہ خدا بھی ایک قسم کی نابینا بلکہ بینا مخلوق ہوگی +

۴۰ - چوتھی خرابی (کروڑوں قدیم ہوسکتے ہیں جو ایک دوسرے کے محکوم ہونگے)

حقیقت یہ ہے کہ قدیم ایک سے زیادہ نہیں ہوسکتے اور نہ یہ عقل انسانی میں آسکتا ہے۔ اگرچہ آریہ سماجی ارواح اور کرم کو بھی قدیم مانتے ہیں۔ لیکن ہم کو اس وقت صرف مادہ کی قدامت سے بحث ہے۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ مادہ کروڑوں اربوں لاانتہاہی ایٹم (یا سالمات) سے مرکب ہے۔ جن میں سے ہر ایک کو قائم بالذات اور واجب الوجود ماننا پڑیگا۔ کیونکہ کسی طرح ایک ایٹم دوسرے کا

محکوم نہیں ہو سکتا۔ پس عالم میں لاتعداد قدیم یعنی ازلی و ابدی واجب الوجود ماننے پڑینگے۔ ایک اُن میں سے خدا یا اللہ ہو گا۔ جب اہل مذاہب اور نیز اہل فلسفہ دو خداؤں اور دو قدیموں کے ماننے میں مشکلات اور مفاسد پاتے ہیں تو لاتعداد قدیموں سے تو عالم کبھی مرکب ہو ہی نہیں سکتا +

۴۱۔ قدیم کے ذاتی خواص مادہ میں نہیں پائے جاتے

اب ہم قدیم کے ذاتی خواص کو بیان کر کے اِس باب کو ختم کرتے ہیں قدیم کے لیے مفصلہ ذیل امور لازم ہیں۔

(۱) کبھی کسی قوت کا تصرف اُس کی ذات پر نہ ہو سکے۔

(۲) قدیم کی ذات و صفات دونوں ایک متحد مجموعہ وجود کا ہوتی ہیں یعنی صفات ذات سے الگ نہیں ہوتیں۔ یا یوں کہو کہ عین ذات ہوتی ہیں۔

(۳) پس قدیم کی صفات پر بھی تصرف کسی کا نہیں ہو سکتا۔

(۴) قدیم کی قوت سے وہ کام نہیں لیا جا سکتا جو اُس میں نہیں ہے۔ اُس کی قوت میں کمی یا بیشی نہیں ہو سکتی +

برخلاف اِس کے مادہ کی صفات اور قوتوں میں تصرف مانا جاتا ہے۔ یہ مانا جاتا ہے کہ عالم کی ترکیب اور ترتیب کے لیے کسی دوسری قوت نے سالمات کو مجبور کر کے ملا رکھا ہے پس نہ مادہ قدیم ہو سکتا ہے اور نہ کوئی اور شے ایک ذات واجب الوجود کے سوا یہ قابلیت رکھتی ہے۔ یہ دلیل خدائے واحد کے سوا ہر شے کو حادث ثابت کرتی ہے +

باب سوم

اسلام کا مذہب مادہ کے متعلق

۴۲۔ آیات قرآنی متعلقہ خلق عالم

اب تک ہم نے عقلی بحث کی تھی۔ اب ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اس بارہ میں اسلام نے کیا تعلیم دی ہے؟ مسلمانوں میں اس مسئلہ میں بحیثیت مسلمان آج تک کسی کو اختلاف نہیں ہوا۔ چنانچہ اوّل ہم صرف آیات قرآنی لکھتے ہیں۔

(۱) بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ٥ (البقرہ ۲/۱۱۱)	(۱) (وہ خدا) آسمانوں اور زمین کا ابداع (ایجاد) کرنیوالا ہے۔ اور جب وہ کسی کام کے کرنے کا پورا ارادہ کر لیتا ہے تو اُس کی نسبت فرما دیتا ہے کہ ہو اور وہ ہو جاتا ہے +

(۲) قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ
مَا يَشَآءُ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا
فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ
فَيَكُوْنُ ۝ (آلِ عمران $\frac{۳}{۴۲}$)

(۳) وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ
تَقْدِيْرًا ۝ (فرقان $\frac{۲۵}{۲}$)

(۴) وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ
اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝ (روم $\frac{۳۰}{۲۱}$)

(۵) يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (نور $\frac{۲۴}{۴۴}$)

(۶) يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (فاطر $\frac{۳۵}{۱}$)

(۷) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (انعام $\frac{۶}{۱۰۲}$)

(۸) اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ
اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ
فَيَكُوْنُ ۝ (نحل $\frac{۱۶}{۴۲}$)

(۹) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ
فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ
اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ۝ (فاطر $\frac{۳۵}{۴۳}$)

(۱۰) اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا
اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ
فَيَكُوْنُ ۝ (یٰسین $\frac{۳۶}{۸۲}$)

(۲) (اللہ تعالےٰ نے) فرمایا اِسی طرح اللہ جو چاہتا
ہے خلق کرتا ہے۔ جب وہ کسی کام کو ٹھان
لیتا ہے تو بس اُس کی نسبت فرما دیتا ہے کہ
ہو اور وہ ہو جاتا ہے ✦

(۳) اور اُسی خدا نے ہر چیز کو خلق کیا پھر اُس کے
لیے ایک (مناسب) اندازہ مقرر کر دیا ✦

(۴) اور اُس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے
ہے مخلوق کرنا آسمانوں کا اور زمین کا۔ اور
تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف
بے شک اِس میں نشانیاں ہیں جاننے بوجھنے
والوں کے لیے ✦

(۵) خدا پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ بیشک خدا
ہر چیز پر قادر ہے ✦

(۶) وہ پیدائش میں جو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے
بے شک خدا ہر چیز پر قادر ہے ✦

(۷) یہی خدا تمہارا پروردگار ہے اُس کے سوا کوئی معبود
نہیں (وہی) ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے ✦

(۸) جب ہم کسی شے کا ارادہ کرتے ہیں تو اُس کے
بارہ میں ہمارا کہنا بس اتنا ہی ہے کہ ہم اُسکو
فرما دیتے ہیں کہ ہو اور وہ ہو جاتی ہے ✦

(۹) اور خدا ایسا نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمین کی
کوئی چیز بھی اُس کو عاجز کر سکے بے شک وہ
سب کچھ جاننے والا اور بڑی قدرت والا ہے ✦

(۱۰) بے شک حکم الٰہی یہی ہے کہ جب وہ کسی شے
کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کو فرما دیتا ہے کہ ہو
اور وہ ہو جاتی ہے ✦

۴۳۔ بعض لوگوں کی غلط فہمی اور اُس کا دفعیہ۔

اِن آیات اور ان کے علاوہ اور بہت سی آیات میں خدا نے عدم[۵۱] سے پیدا کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اِن سے بہت زیادہ دیگر آیات صنعت الٰہی کے متعلق ہیں۔ کیونکہ آدمی مثالوں کے ذریعہ سے صنعت اور کاریگریوں کو جلد تر سمجھ سکتے ہیں۔ اور عدم سے موجود کرنے کا خیال انسانی ذہن میں بہت مشکل سے داخل ہوتا ہے۔ کیونکہ خود انسان میں ایسی قدرت نہیں۔ اِسی وجہ سے بعض نے مادّیین کے ظاہری دلائل اور صرف صنعتِ الٰہی کی آیات کو ملا کر یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ اسلام نے مادہ کی قدامت کے خلاف کوئی بات نہیں کہی +

۴۴۔ آیاتِ مندرجۂ بالا کے نتائج

آیاتِ مذکورۂ بالا سے مفصلۂ ذیل نتیجے صاف طور پر نکلتے ہیں :-

(۱) جب ارادۂ الٰہی کسی امر کے لیے ہوتا ہے تو بغیر کسی واسطہ یا توسّط کے وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔

(۲) ارادۂ الٰہی اور چیز کے موجود ہونے میں کوئی توقّف نہیں ہوتا۔

(۳) ہر چیز کو خدا نے تخلیق یا موجود کیا ہے۔ آسمان۔ زمین وغیرہ ہر شے اور ہر امر کو۔

(۴) باوجودیکہ مادہ اور حرکت کی بابت بظاہر تمام عالم متحد ہے۔ مگر رنگ اور زبان۔ اور خواص کا فرق ظاہر کرتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے ان چیزوں کو موجود کیا ہے۔ نہ کہ بیجان مادہ نے جس میں تنوّع نہیں ہو سکتا۔

(۵) خلق میں خدا تعالےٰ کسی چیز یا مادہ سے مجبور نہیں ہے۔ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔

(۶) اُس کی قدرت کے لیے کوئی حد یا انتہا نہیں تاکہ مادہ کو صنعت عالم میں شریک کرنے کی اُس کو ضرورت ہو۔

(۷) "کُنْ فَیَکُوْنُ" اِسی واسطے فرمایا کہ لوگ سمجھ جائیں کہ وہ قادر علی الاطلاق یعنی بلا لحاظ شرائط کے ہے۔ نہ تو مادہ کی شرکت یا مدد کا محتاج ہے اور نہ کسی اور چیز کا +

۴۵۔ حدوثِ مادہ اسلام کا متفق علیہ مسئلہ ہے

تمام اہل اسلام کا اِس پر اتفاق ہے کہ مادہ حادث یعنی مخلوق ہے۔ فنا ہو جاتا ہے اور پیدا ہوتا ہے۔ اور مادہ کا وجود اور اثر محض خدا کی مشیت

---

[۵۱] عالم کی پیدائش غرض اللہ تعالےٰ کی قدرت اور مشیت سے ہے اُس نے اوّل مادہ اور ارواح وغیرہ کو خلق کیا۔ پھر اُسی مخلوق مادہ وغیرہ سے دنیا کو بنایا۔ یہاں عدم سے پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مادہ وغیرہ جو خلق عالم کی بنا ہیں کسی دوسری شے سے پیدا نہیں کیے گئے بلکہ خدا کی غیر محدود قدرت ہی اُن کی علت ہے کیونکہ ایک قادر مطلق خدا کا وجود خلق عالم کے لیے کافی علت ہے۔ دیکھو دفعات ۳۰ و ۳۱ رسالہ ہذا (غلام الحسنین)

اور ارادہ سے تعلق رکھتا ہے۔ بلاتشبیہ جس طرح گھڑی کی سپرنگ (کمانی) ٹوٹ جائے یا اُسکی حرکت بند ہو جانے سے سب پُرزے بند ہو جائیں گے۔ بالکل اُسی طرح اگر (نعوذ باللہ!) بفرضِ محال خدا چلا جائے یا معدوم ہو جائے تو مادہ اپنا عمل باطل کر دیگا۔ بلکہ فنا ہو جائیگا*

۷۶۔ خواص مادہ کے استقلال کی حکمت

مادہ میں استقلال اور قیام اور عدمِ فنائے ظاہری کی جو خاصیت ہے وہ۔ (بقول سپنسر) بیشک ایسی لازمی ہے کہ بغیر اُس کے نہ دنیا کو قیام ہو سکتا ہے اور نہ کسی چیز کا علم قابلِ وثوق ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ امید نہیں رہ سکتی کہ جن چیزوں کو ہم لینے جاتے ہیں (جیسے کپڑے جو ہم پہنتے ہیں) وہ باقی بھی رہینگی یا فنا ہو جائینگی۔ یہی حکمت بالغہ ہے کہ مادہ کو قیام ہے اُس وقت تک کے لیے جب تک کہ اُسکے خالق اور مبدع کی مرضی ہے*

۷۷۔ قدیم متکلمین اسلام کا مذہب

اِس باب کو ختم کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مادہ کے متعلق متکلمین اسلام کا مذہب نقل کیا جائے جس سے ظاہر ہے کہ حدوثِ مادہ کی بابت اہلِ اسلام کا اتفاق ہے۔

وَقَالَ صَاحِبُ الْمِلَلِ وَالنِّحَلْ فِیْ کِتَابِ نِهَایَةِ الْاِقْدَامِ وَصَحَّحَهُ الْمُحَقِّقُ الطُّوْسِیْ طَابَ ثَرَاهُ مَذْهَبُ اَهْلِ الْحَقِّ مِنَ الْمِلَلِ کُلِّهَا اَنَّ الْعَالَمَ مُحْدَثٌ مَخْلُوْقٌ لَهٗ اَوَّلٌ اَحْدَثَهُ الْبَارِیْ تَعَالٰی وَاَبْدَعَهٗ بَعْدَ اَنْ لَمْ یَکُنْ۔ کَانَ اللّٰهُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَهٗ شَیْءٌ..... وَقَالَ الْعَلَّامَةُ رح فِیْ نِهَایَةِ الْمَرَامِ فِیْ عِلْمِ الْکَلَامِ عَلٰی مَا نُقِلَ قَدْ اِتَّفَقَ الْمُسْلِمُوْنَ کَافَّةً عَلٰی نَفْیِ قَدِیْمٍ غَیْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَغَیْرِ صِفَاتِهٖ[1]

مصنف ملل ونحل نے کتاب نہایۃ الاقدام میں لکھا ہے اور اُس کی تصحیح محقق طوسی نے کی ہے (یعنی اُس قول کو صحیح مانا ہے) کہ تمام مذاہب کے اہلِ حق کا مذہب یہ ہے کہ دنیا حادث اور مخلوق ہے۔ اُس کے لیے ابتدا ہے۔ خدا تعالےٰ نے اُس کو پیدا کیا اور ایجاد کیا بعد اس کے کہ وہ معدوم تھی۔ خدا تھا اور اُس کے ساتھ کچھ نہ تھا..... اور علامہ شہرستانی نے نہایۃ المرام فی علم الکلام میں نقل کیا ہے کہ سب اہلِ اسلام نے اتفاق کیا ہے کہ خدا تعالےٰ اور اُس کی صفات کے سوا کوئی قدیم نہیں ہے*

باب چہارم

حکما کا مذہب مادہ کے متعلق

۷۸۔ قدیم حکما کا مذہب

متکلمین کا مذہب مادہ کے متعلق ہم لکھ چکے۔ اب اِس باب میں فلاسفۂ قدیم کا

[1] حکماء الاسلام - جلد (۱) صفحہ ۲۷ مؤلفہ ... سید ولدار علی مرحوم

مذہب بیان کرتے ہیں۔

وَوَافَقَہُمْ جَمْعٌ مِنْ اَسَاطِینِ الْحِکْمَۃِ وَ قُدَمَاءِ الْفَلَاسِفَۃِ مِثْلُ تَالِیسَ وَانکسَاغُورَسَ وَانکسَمَالِیسَ مِنْ اَھْلِ مَلْطِیَۃَ وَمِثْلُ فِیثَاغُورَسَ وَانبَادُقْلِسَ وَسُقْرَاطَ وَاَفْلَاطُنَ مِنْ اَھْلِ اِثِینَہ وَیُونَان وَجَمَاعَۃٌ مِنَ الشُّعَرَاءِ وَالْاَوَائِلِ وَالنُّسَّاکِ وَالْقَوْلُ بِقِدَمِ الْعَالَمِ وَاَزَلِیَّۃِ الْحَرَکَاتِ بَعْدَ اِثْبَاتِ الصَّانِعِ وَالْقَوْلِ بِالْعِلَّۃِ الْاُوْلٰی اِنَّمَا ظَھَرَ بَعْدَ اَرِسْطَالِیسَ لِاَنَّہٗ خَالَفَ الْقُدَمَاءَ صَرِیْحًا وَاَبْدَعَ ھٰذِہِ الْمَقَالَۃَ عَلٰی قِیَاسَاتٍ ظَنَّھَا بُرْھَانًا

اور اُن (اہل مذہب) کی موافقت کی ہے بڑے بڑے حکما اور فلاسفہ کی ایک جماعت نے مثلاً تھیلز۔ انکسگورس اور انکسمالیس نے جو حکماے جزیرۂ مالٹا میں سے ہیں اور فیثاغورث۔ اینی ڈکلیز۔ سقراط اور افلاطون نے جو اتھنز اور یونان کے رہنے والے تھے۔ اور شعرا۔ متقدمین اور داناؤں کی ایک جماعت نے بھی اتفاق کیا ہے) اور خدا کو صانع ماننے اور علت اول کہنے کے بعد مادہ کے قدم اور حرکات مادہ کی ازلیت کا قول ارسطو کے بعد ظاہر ہوا ہے۔ کیونکہ اُس نے قدما سے صریح اختلاف کیا۔ اور اُن قیاسات کی بنا پر جن کو اِس نے دلیل سمجھا تھا۔ یہ بات پیدا کی[۱] ✤

۴۹۔ جدید حکما کا مذہب

جدید حکما کا مذہب ہم اوپر بیان کر چکے ہیں (دیکھو دفعات ۲۰ لغایت ۲۷ رسالۂ ہذا) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مادہ کی حقیقت اور قوانین کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ انسان اُس کو فنا نہیں کر سکتا۔ باقی خدا کی بابت اور اُسکی قدرت اور مادہ کی حقیقت و قدامت کا علم انسان کو نہیں دیا گیا۔ اُن کا یہ خیال ہمارے نزدیک صحیح ہے اور انسانی علم کے متعلق یہی بات اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا

(بنی اسرائیل ۱/۸۷ ع)

"اور (اسرار الٰہی میں سے) تم کو بہت تھوڑا ہی علم دیا گیا ہے"

۵۰۔ رسالۂ ہذا کے جملہ مباحث کا نتیجہ

اِس رسالہ میں جو مباحث ہم نے بیان کیے ہیں اُن سے تین باتیں قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہیں یعنی

(۱) عقلی دلائل مادہ کی قدامت کے جہل مرکب پر مبنی ہیں۔

(۲) مادہ کی قدامت کے ماننے سے بڑے بڑے اعتراضات اور خرابیاں لازم آتی ہیں

(۳) حال کے حکما اِس مسئلہ میں خاموش ہیں ✤

پس مادہ یا عالم کو قدیم ماننا صریح غلطی ہے۔ خاصکر اہل مذاہب کے لیے جو خدا کے قائل ہیں اور جن کو تعلیم ربانی ہدایت کر رہی ہے ✤

[۱] عماد الاسلام۔ جلد (۱) صفحہ ۷۶۔ از مولینا سید دلدار علی مرحوم

۵۱ - اس مضمون کے شائع کرنے کا ایک خاص مقصد

ہم نے یہ مضمون اس واسطے بھی لکھا ہے کہ سب پر ظاہر ہو جاوے کہ اسلام کا کوئی عقیدہ صحیح عقل کے خلاف نہیں ہے - اور خدا کی توحید کا جو درجہ اور کامل صفات اسلام نے مقرر کیے ہیں اُس سے زیادہ ممکن نہیں - ہمکو واقف رہنا چاہیے کہ :-

(۱) ذات باری کمزوریوں سے بالا ہے -

(۲) وہ مادّہ کی محتاج نہیں ہے - اور

(۳) نہ دنیا کو بنانے میں مادّہ کی شرکت ممکن ہے -

پس جو مذہب ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو - اُس کے احکام کی پابندی سے کوئی دنیاوی - تمدنی - یا علمی نقصان نہیں ہو سکتا ÷

اس وقت جو خرابیاں ہیں وہ ہماری سستی - غلط کاری - اور بے راہ چلنے کی وجہ سے ہیں جب اسلام کا اصلی نور ظاہر ہوگا تو قومیں اُس کی طرف دوڑیں گی - جیسے پیاسا پانی کی طرف ÷ فقط

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (بقرہ ع ۱۴)

"حامیِ دین • غلام الثقلین" "بادا مغفور" بطفلِ رحمت

۱۵ ع ۱۹ • ۳۳ ھ ۱۳

حدوث مادّہ

حصّہ دوم

جس میں آریہ سماجی اعتراضات (متعلقہ حدوث مادہ حصہ اول) کے فلسفیانہ جوابات دیئے گئے ہیں اور علمی و عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ مادّہ قدیم نہیں ہوسکتا اور قدامتِ مادہ کا عقیدہ دہریت کی شاخ ہے

مصنّفہٗ

آنریبل مولوی خواجہ غلام الثقلین پانی پتی بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی (مرحوم و مغفور)

بہ تصحیح

و ترمیم و نظرِ ثانی خواجہ غلام الحسنین پانی پتی (برادر مصنّف موصوف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدوث مادّہ

حصّہ دوم

۱۔ تمہید دسمبر سنہ ۱۹۰۴ء کے رسالہ (عصر جدید) میں جو بائیس صفحہ کا مضمون "حدوث مادّہ" پر ہم نے لکھا تھا۔ اُس سے اکثر کھلے اور چھپے مخالفوں میں ایک قسم کی کھلبلی پڑ گئی تھی۔ چنانچہ "آریہ مسافر میگزین" جالندھر بابت مارچ سنہ ۱۹۰۶ء میں ایک طویل دو جزو کا مضمون اُسکے متعلق شایع ہوا۔ جولائی سنہ ۱۹۰۶ء میں ہم نے وعدہ کیا تھا کہ فرصت کے وقت اُس کے زائد اور غیر ضروری حصّوں کو چھوڑ کر جو دلائل یا اعتراض ہونگے۔ اُن کا رد لکھیں گے۔ لیکن کم فرصتی کی وجہ سے موقع نہیں ملا۔ اب بعض شائقین کے خطوط وصول ہوے کہ میں "آریہ مسافر میگزین" کے مضمون کو بغیر تنقید کے نہ چھوڑوں۔ اِس لیے کچھ وقت نکال کر مضمون کے اُس حصّہ پر۔ جو جواب طلب ہو سکتا ہے۔ اور جس پر نشان کیے تھے۔ اپنی رائے دیتا ہوں۔ عبارت آرائی یا ضمنی باتوں کی بحث یا غیر متعلق امور پر توجہ نہ کی جائیگی ✦

۲۔ آریہ مضمون نگار کا یہ قول کہ "غیر مخلوق خدا سے نہیں نکلا" آریہ مضمون نگار (جو آریہ سماج شاہجہاں پور کے ممبر ہیں اور جنہوں نے اپنے جوابی مضمون کے آخر میں صرف اتنا ہی پتہ دیا ہے اور اپنا نام پوشیدہ رکھا ہے) میرے ایک استدلال کی بابت لکھتے ہیں۔

"مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ 'مخلوق کا خدا میں سے نکلنا محض لغو ہے'۔ صحیح ہے۔ لیکن ہم اس میں اتنا اور اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ غیر مخلوق بھی خدا میں سے نہیں نکلتا۔ پس مادّہ جو خلقت سے پہلے غیر مخلوق تھا۔ خدا سے نہیں نکلا۔ یعنی خدا سے پیدا نہیں ہوا۔ (آریہ سلز

میگزین - جلد ۸ صفحہ ۴۴)"

۳- قول مذکور کی تنقید میں اس پر حسبِ ذیل تنقید اور اضافہ کرتا ہوں :-

(۱) میں اس کو مانتا ہوں کہ "غیر مخلوق خدا سے نہیں نکلتا" کیونکہ وہ خود خدا ہے۔ یہ کہنا کہ "مادّہ خلقت سے پہلے غیر مخلوق تھا" ایک دعوے بلا دلیل ہے۔

(۲) کوئی شے **واحد** سے زیادہ اور علاوہ **قائمُ بالذّات** یا واجب الوجود یا قدیم نہیں ہو سکتی۔ رسالۂ حدوث مادّہ (حصّہ اوّل) میں اس کے خلاف مشرب کی غلطی کو میں بخوبی ظاہر کر چکا ہوں (دیکھو حدوث مادّہ حصّہ اوّل باب دوم صفحات ۳۵ لغایت ۴۱)

۴- ابطال تعدد قدما کی ایک فلسفی دلیل (۱) واجب الوجود اگر دو ہیں تو اُن میں **مَابِهِ الْاِمْتِیَازُ** (فرق) کیا ہے؟ فرض کرو خدا اور مادّہ دونوں قدیم اور واجب الوجود ہیں۔ اور فرق دونوں میں (جس کی وجہ سے وہ دو کہے گئے) فرض کیجیے اِدراک یا **عقل** کا ہے۔ علاوہ بریں کوئی امر ہر دو قدما میں **مَابِهِ الْاِشْتِرَاكُ** (امر مشترک) ہونا چاہیے۔ فرض کیجیے اور غالباً یہی کہا جائیگا کہ وہ مشترک چیز اُن میں **قوّت** ہے۔

پس خدا "قوّت" اور "اِدراک" سے مرکّب ہوا

(۲) مرکّب چیز محتاج ہے اپنے وجود کے لیے کم از کم دو مفرد چیزوں کی۔ پس وہ قدیم اور واجب الوجود نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا "مرکّب خدا" خدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بعد موجود ہونے مفردات (اجزاء) کے وجود میں آیا۔ اور قدیم بھی نہیں ہو سکتا۔ جب خدا مرکّب نہیں ہے تو وہ ہر حیثیت سے واحد اور احد ہے۔ جب ہر حیثیت سے واحد اور احد ہے تو کوئی دوسری چیز اُس کے مثل نہیں ہو سکتی۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ مادّہ مثل خدا کے واجب الوجود نہیں ہو سکتا۔

۵- "خدا نے انسان کو کامل کیوں نہ پیدا کیا؟" اس سوال پر آریہ مضمون نگار کی بحث اِس عنوان پر میں نے رسالۂ حدوث مادّہ (حصّہ اوّل) میں مختصر بحث کی ہے۔ اور ضمناً **جان سٹوارٹ مِل** کے ایک مضمون کا جواب بھی اُس میں آگیا ہے (دیکھو حدوث مادّہ حصّہ اوّل صفحات ۳۳ لغایت ۳۵) اِس پر "آریہ مسافر میگزین" کے صاحب مضمون نے (آریہ مسافر میگزین صفحہ ۷۵ و صفحہ ۷۶) پر بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :-

"خالق جب بہمہ نہج کامل ہے تو انسان کو ناقص پیدا کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ مخلوق کے ناقص ہونے کا یہی نتیجہ نکلے گا کہ خدا۔ مادّہ اور روح کا خالق نہیں ہے"

۶- بحث مذکور کی تنقید یہ بحث دراصل اس قدر باریک ہے کہ اگر کسی قدر تفصیل کی جائے تو بھی

صاحب مضمون اُس کو ٹھیک ٹھیک غور پر نہ سمجھ سکیں گے جب تک وہ الٰہیات اور مابعد الطبیعیات کا مطالعہ نہ کریں ✦

اصل یہ ہے کہ خالق بے شک ہمہ نہج کامل ہے اور مخلوق اُس غرض کے لیے جس واسطے وہ مخلوق ہوئی (یعنی بتدریج اور بآزادی عرفان الٰہی حاصل کرنا اور ایک خاص حد تک اپنے تئیں اعلیٰ بنانا) فی حد ذاتہ کامل ہے یعنی اپنی غرض پوری کرتی ہے لیکن اُسکا ہر ہر پرزہ علیحدہ علیحدہ کامل نہیں اور کامل نظر نہیں آسکتا۔ مگر جو شخص کہ عقلی بلندی سے ہر شخص کے عمل کا نتیجہ اور غرض وغایت دیکھ سکے اُس کو اِس کارخانہ میں کوئی خلقی نقص نظر نہ آئے گا۔ نقص دُنیاوی تعلقات اور اضافات سے پیدا ہوتا ہے۔ تاہم جن معنی میں ہم خالق و مصوّر و صانع و باری اور واجب الوجود کو کامل مانتے ہیں۔ اُس معنی میں کوئی مخلوق کامل نہیں ہوسکتی ✦

۴۔ مخلوق کا مثل خالق کامل ہونا محال ہے

اس پر دلیل عقلی یہ ہے کہ پیدا کرنے کی تین ہی شکلیں خیال میں آسکتی ہیں۔

(۱) علت و معلول دونوں دراصل ایک ہوں۔ تب بھی چونکہ معلول جزو اور علت کُل ہے اس لیے کمال میں دونوں کی مساوات محال ہے۔

(۲) علت صرف اپنی قوت ارادی سے اپنے سے خارج ایک مخلوق پیدا کرے۔ اس صورت میں بھی معلول علت کی طرح کامل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ علت کا وجود معلول سے مقدم ہوگا۔ علت قدیم ہوگی اور معلول حادث ہوگا۔

(۳) علت ایک تجلی کسی دوسرے قدیم موجود یا مادہ پر کرے (جیسے بعض صوفیہ کہتے ہیں) یا ذرات مادہ کو ترتیب دے (جیسے دیانندی علما کہتے ہیں) تاہم مخلوق خالق سے کمتر رہیگی۔ کیونکہ علت موثر ہے اور معلول مُتاثر۔ اور اثر قبول کرنے والی شے اثر پیدا کرنے والی شے کے مقابلہ میں بالضرور ناقص ہوگی ✦

پس جبکہ ہر صورت میں مخلوق کا مثل خالق کامل ہونا عقلاً محال ہے تو اس کھلی ہوئی صداقت پر بحث کرنا بیکار رہے ✦

۵۔ مولوی شبلی کا قول حجت نہیں ہے

آریہ مسافر میگزین کے صفحہ ۴۴۵ پر فاضل مضمون نگار نے یہ امر غلط لکھا ہے کہ۔

"اسلام کے دائرہ میں مولینا شبلی جیسے فاضل بھی موجود ہیں جو مادہ کی قدامت کا بڑے زور شور سے دعوے کرتے ہیں"۔

مولینا شبلی نے کئی سو صفحے کی کتاب میں دبی زبان سے دو جگہ ایسا خیال ظاہر کیا ہے۔ جو

ملا کر تین چار سطر سے زیادہ کی عبارت نہیں ہے۔ اور چونکہ یہ اُن کا ذاتی خیال ہے اور بالکل بے سند اور بلا ثبوت ہے۔ لہٰذا قابل التفات نہیں۔ نہ اُنہوں نے زور شور سے دعوے کیا۔ اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ بلکہ الٰہیات کے نکات اور رموز پر غور کرنے کے بعد وہ یقیناً اس سے رجوع کر لیں گے[۱]۔

۹۔ صاحب مضمون کا اتہام کہ مسلمان "خدا کی مجبوری" مانتے ہیں

پھر آگے چلکر مضمون نگار نے ایک اتہام لگایا ہے اور اُس کو ان لفظوں میں ظاہر کیا ہے:۔

"مولوی صاحب دوسری طرف ازلی خدا کو انتظام عالم اور بندوں کی سزا و جزا کے لیے یہانتک مجبور بتاتے ہیں کہ وہ مدتوں تک مادہ اور ارواح کے لیے غور و فکر میں پریشان رہا۔ اور پھر بھی نظام عالم اور سزا و جزا کا کام باقاعدہ نہ ہو پایا۔ حضرت خاتم المرسلین کے وقت تک برابر اغلاط و اضافہ آتے رہے۔" (آریہ مسافر میگزین صفحہ ۴۸ جلد ۸)

۱۰۔ اِس اتہام کا جواب

(۱) یہ امر محض لغو ہے۔ خدا کو غور و فکر کی کبھی ضرورت نہ پڑی اور نہ کوئی مسلمان بلکہ انسان اسکا قائل ہے۔ اور کوئی جاہل بھی یہ نہ کہے گا کہ جزا و سزا کا کام باقاعدہ ہونے نہیں پایا۔

(۲) شریعت تدریجی کے آنے سے خدا کے کمال میں فرق نہیں آتا۔ اور نہ اِس سے مادہ کی قدامت ثابت ہوتی ہے۔

(۳) بہتر یہ ہے کہ فاضل مضمون نگار اِس قسم کے اعتراض کرنے سے پہلے ہمارے اصول کو سمجھ لیں۔

۱۱۔ آریہ سماجی مسلک مادہ کے متعلق

اِس کے بعد صاحب مضمون مادہ کے متعلق اپنا مسلک اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:۔

"مادہ ایک ازلی ہستی ہے جس کے ہر رگ و ریشہ میں خدا موجود ہے۔ اِس انتظام خدا کی عین ہستی ہے مادہ کی صفت عارضی طور پر ہر وقت اس کے ساتھ ہے۔ لیکن مادہ اور انتظام نہ تو کبھی علیحدہ ہی ہوتے ہیں اور نہ مل کر ایک ہی ہو جاتے ہیں۔ اِس لیے زبان و تحریر کا علاقہ یہیں تک ہے کہ دنیا میں انتظام کے سوا جو کچھ ہے۔ مادہ ہے۔ اور انتظام جس کی صفت ہے وہ خدا۔ اور جو ان دونوں کو جانتا ہے۔ وہ روح ہے .... اب اِس کے خلاف جو لوگ یہ مانتے ہیں کہ صرف ایک خدا ہی تھا اور کچھ نہ تھا۔ وہ خدا کو مجبور بناتے ہیں۔ اُس نے اوّل تو ارواح کو پیدا کیا اور پھر اُن کی ضرورت کے لیے مادہ کو خلق کیا۔ لیکن یہ سب کیوں کیا۔ جواب ندارد۔ یا اگر جواب بھی ہے تو اُس کی مرضی لیکن مرضی کے معنی ہیں خواہش اور خواہش کی ضرورت

[۱] مصنف کی یہ تحریر (گویا ایک قسم کی پیشین گوئی تھی) سات آٹھ سال بعد حرف بحرف پوری ہو گئی اور مولوی شبلی صاحب قدم مادہ کے عقیدہ سے دست بردار ہوئے۔ دیکھو مقدمۂ کتاب ہذا۔ (غلام الحسنین)

کو پورا کرنے کے لیے ہوا کرتی ہے اور ضرورت و احتیاج مجبوری کا پیش خیمہ ہے اور جو مجبور ہے وہ قادر مطلق نہیں ہے" (آریہ مسافر میگزین صفحہ ۱۸۴ و ۲۸۴ جلد ۸)

۱۲- مسلک مذکور کا رد | ان چند فقرات میں اکثر مغالطے اور بلا دلیل دعوے ہیں جن کو ہم ذیل میں دکھاتے ہیں :-

اگر مادہ کے ہر رگ و ریشہ میں خدا موجود ہے تو سوال یہ ہے کہ :-

(ا) آیا مادہ بغیر خدا کے موجود نہیں رہ سکتا ؟

(ب) یا موجود رہ سکتا ہے ؟

بصورت اوّل - یعنی اگر بغیر خدا کے مادہ موجود نہیں رہ سکتا ہے تو اُس کا وجود مستقل اور قدیم نہیں ہو سکتا کیونکہ اُس کی ہستی ایک دوسرے وجود پر منحصر ہوگی +

بصورت دوم - یعنی اگر مادہ بغیر خدا کے موجود رہ سکتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں - مادہ کا وجود (۱) یا تو **منتظم** ہوگا (۲) یا **غیر منتظم** -

(۱) اگر وہ وجود منتظم ہوگا تو خود صاحب مضمون کے عقیدہ کے موافق دنیا کے لیے خدا کی کوئی ضرورت نہ ہوگی - کیونکہ جس حالت میں خود مادہ میں انتظام موجود رہیگا تو ترتیب اجزا یا تبدیل اشکال کے لیے کسی دوسری قوت کا وجود تسلیم کرنا عبث ہوگا +

(۲) اگر مادہ کا وجود **غیر منتظم** ہوگا - اور بقول مضمون نگار "انتظام خدا کی عین ہستی ہے" اور دنیا مادہ اور انتظام سے مرکب ہے تو معلوم ہوا کہ دنیا ہر غیر ذی روح چیز دو یا زیادہ قدیم اور واجب الوجود ہستیوں سے بنی ہے +

۱۳- بیان مذکور کی توضیح ایک مثال سے | **مثلاً** - پتھر دو چیزوں سے مرکب ہے "مادہ" اور "خدا" سے - کیونکہ (حسب اعتقاد مضمون نگار) سنگ کی ترتیب عین ہستی خدا کی ہے - تب یہ پتھر بھی قدیم اور واجب الوجود ہونا چاہیے - کیونکہ دو قدیم چیزوں سے مرکب ہے - لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ پتھر قدیم نہیں ہے - کیونکہ اُسکو توڑ پھوڑ کر اور کیمیاوی تحلیل کے ذریعہ سے اصلی عناصر کے ابتدائی ذرّوں میں لایا جا سکتا ہے +

اب ایک صورت یہ فرض کی جا سکتی ہے کہ "مادہ اور خدا جن سے پتھر مرکب ہے - قدیم ہیں لیکن پتھر حادث ہے" اور یہ صریحاً باطل ہے - کیونکہ اس سے دو غلط نتیجے پیدا ہوتے ہیں -

(ا) دو اعلیٰ یا کامل اشیاء کی ترکیب سے ایک تیسری ادنیٰ یا ناقص چیز پیدا ہو - یہ امر سائنس - فلسفہ - اور منطق سب کے مسلمات کے خلاف ہے -

(ب) جو اعتراض فاضل آریہ سماجی مضمون نگار نے ہمارے مضمون پر کیا ہے کہ "ازلی خدا مادہ کو خلق کرنے سے پہلے کیا کر رہا تھا" وہی اعتراض خود اُس پر وارد ہوتا ہے - کہ

"اس پتھر کے اجزا میں داخل ہونے سے قبل خدا کہاں تھا؟ اور ترکیب و ترتیب اجزا کے ضائع ہونے کے بعد کہاں چلا گیا؟" اگر کہا جاوے کہ اُس نے دوسری شکل اختیار کر لی تو "خدا" اور "انرجی" (قوت) میں فرق نہ رہا[1]۔ وَهٰذَا الْحَاصِلُ صَحِيحٌ

الغرض مادہ کی بابت مضمون نگار کے عقیدہ کو مان کر دلیل کا کوئی پہلو درست نہیں ہو سکتا اور ایسے اعتراضات وارد ہوتے ہیں جن کا جواب نہیں ہو سکتا اور ایسی خرابیاں لازم آتی ہیں جن کو کوئی دانشمند تسلیم نہیں کر سکتا +

۴۔ یہ مذہب کہ "انتظام خدا کی عین ہستی ہے" دہریت کی بنیاد ہے

(۱) حقیقت یہ ہے کہ ہمارے آریہ سماجی دوست ابھی مفہوم خدا شناسی کے ابتدائی زینوں کو طے کرنے کے قابل بھی نہیں ہیں۔ اسی واسطے وہ ایک ایسی چیز کو جیسی کہ ترتیب و انتظام عالم ہے اور جو بجائے خود ایک معلول ہے اور سبب ہی کسی غرض اور غایت کے لیے (یا با صطلاح مذہب یہ ترتیب اور انتظام عالم مشیت الٰہی کے تابع ہی) عین خدا قرار دیتے ہیں +

(۲) اس مذہب میں اور دہریوں کے مذہب میں۔ جہاں تک کہ میں غور کرتا ہوں۔ سوائے نام کے دوسرا فرق ایک نقطہ کا بھی نہیں۔ کیونکہ کوئی دہری یا ملحد یا لاادری بھی ایسا بے عقل نہیں ہے کہ وہ عالم میں انتظام کے وجود سے انکار کرے۔ مگر وہ اس انتظام کو مقتضائے طبیعت یا خواص مادہ کہتا ہے۔ اس لفظ کو بدل دینے سے اور "خواص مادہ" کا نام "خدا" رکھ دینے سے "آریہ سماجی دوست" دہریت کے الزام سے صرف برائے نام

[1] اس موقع پر افعال الٰہی کے بارے میں اسلام کا عقیدہ سمجھ لینا چاہیے۔ جس کو مختصر لفظوں میں اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ "فاعل بالاختیار ہے"۔ نہ کہ "فاعل بالاضطرار"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر کام کو اپنی حکمت و مصلحت کے موافق اپنے اختیار اور ارادہ سے جس وقت چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور اُسکے کرنے میں عاجز یا مجبور نہیں ہے۔ جیسے آگ جلانے کے فعل میں مجبور ہے۔ اُس میں قدرت نہیں ہے کہ اپنے فعل کے اثر کو اپنے ارادہ سے روک دے کہ جب چاہے کسی چیز کو جلائے اور جب چاہے نہ جلائے۔ لہٰذا آگ مجبور محض ہے۔ اب ایک ذی عقل ہستی کی مثال لو۔ انسان اپنے افعال میں ایک حد تک مختار ہے اور ایک حد تک مجبور۔ بسا اوقات بعض خارجی اسباب ایسے پیش آتے ہیں کہ وہ اپنے ارادہ کو عمل میں لانے سے قاصر رہتا ہے۔ مگر برخلاف مخلوق کے خالق کے کل افعال اختیاری ہوتے ہیں اضطراری نہیں ہوتے۔ وہ اپنے ارادہ کے پورا کرنے میں کسی دوسری قوت یا دوسری شے کا تابع یا محکوم نہیں ہو سکتا بلکہ اپنی حکمت و مصلحت کے لحاظ سے اپنے ارادہ کو جب چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ عالم کی ہر ایک شے میں بے شمار حکمتیں اور صنعتیں بھری پڑی ہیں اور ان پر غور کرنے سے ہر شخص اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ یہ کارخانہ ایک قدیم۔ حکیم۔ علیم۔ ذی مصلحت اور صاحب ارادہ ہستی کا فعل ہے۔ اور یہ نہیں ہو سکتا کہ چند قدیم ہستیوں کے اتفاقیہ اتحاد سے ہمیشہ سے یونہی بنتا اور بگڑتا چلا آیا ہو۔ جیسا کہ مصنف نے جابجا اشارہ کیا ہے + (غلام الحسنین)

بچ سکتی ہیں۔ لیکن فی الحقیقت وہ کسی خالق۔ مدرک اور صاحب ارادہ ہستی کو نہیں مانتے کیونکہ ارواح اور اعمال اور اجسام سب کو قدیم ماننے کے بعد۔ اِن تینوں کی ترکیب باہمی کشش اور اثر کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے۔ کسی خارجی قوت یا خدا کی ضرورت مطلق نہیں رہتی ✦

۱۵۔ آریہ سماج کی مصلحت بینی

لہٰذا۔ ایسے خدا کو ماننا ایک ایسی مصلحت بینی ہے جو دو مخالف فریقوں کو خوش رکھنا چاہتی ہے۔

(ا) لامذہبوں سے تو یہ کہتی ہے کہ "ہم خدا یا پرمیشور کسی کو نہیں مانتے صرف انتظام عالم کو خدا مانتے ہیں۔ چونکہ جاہلوں میں خدا کا لفظ ہر دلعزیز ہے اس لیے ہم بظاہر خدا کا اقرار کرتے ہیں۔ لیکن درحقیقت ہم میں اور تم میں صرف نام کا فرق ہے" ✦

"(ب) دوسری طرف اہل مذہب کو اس طرح تسلی دیتی ہے کہ "ہم بڑے موحّد ہیں۔ ہم مادہ کے بزرگ و برتر خدا کو موجود مانتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ روح اور جسم اور عمل سب کو مثل خدا کے قدیم اور قائم بالذات مانتے ہیں۔ مگر اس سے ہمارا منشا یہ ہے کہ خدا کی ہستی اور عدالت پر جو اعتراض لامذہب لوگ کرتے ہیں وہ نہ ہونے پائیں۔ اِسلیے جو نقص مخلوق میں ہیں ہم اُن کو مادہ وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں" ✦

میں یہ نہیں کہتا کہ موجودہ آریہ سماجی علما اپنے ذہن میں اسی طرح تقریر کرتے ہیں۔ مگر جس لائق شخص نے اِس نظام کو قائم کیا ہے اُس نے ایسا کچھ ضرور خیال کر لیا ہوگا ✦

۱۶۔ انسان کے ارادہ اور خدا کے ارادہ میں کیا فرق ہے؟

رہی دوسری تقریر جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

"جو شخص اپنی مرضی کے موافق کام کرتا ہے وہ مجبور ہے۔ لہٰذا خدا جو مسلمانوں کے عقیدہ کے موافق اپنی مشیت اور ارادہ سے کام کرتا ہے وہ بھی مجبور ہے (دیکھو دفعہ ۱۱ رسالہ ہٰذا)

یہ تقریر خود ثابت کرتی ہے کہ آریہ سماجی فضلا خدا اور بندہ میں فرق نہیں کر سکتے۔ ہماری مرضی اور مشیت تابع ہے دوسری قوتوں کے۔ کیونکہ ہماری ذات اور صفات علیحدہ ہیں۔ اور ہر صفت تحت ما دوسرے قوانین کے ہے۔ چونکہ خدا کی مرضی اور مشیت اُس کی عین ذات ہے۔ پس خدا کا خلق کرنا اپنے ارادہ کے ذریعہ سے اُس کی مجبوری ثابت نہیں کر سکتا۔ اور ایسا کہنا سخت ناواقفیت ہے ✦

۱۷۔ خدا اور خواص مادہ کی بابت آریہ سماجی عقیدہ اور اس پر بحث۔

خواص مادہ کے متعلق آریہ مضمون نگار کا فقرۂ ذیل بھی قابلِ غور ہے:۔

"اگر خدا مادہ میں موجود نہ ہو تو مادہ کے خواص معطل رہینگے" آریہ مسافر میگزین صفحہ ۳۰۴ جلد ۸)

اس کے متعلق ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ خدا کو اجسام کا جزو ماننا سراسر نافہمی ہے (دیکھو دفعہ ۱۲ رسالہ ہذا)۔ لیکن یہ اقرار خود مادہ کو مخلوق ثابت کرتا ہے جیسا کہ ہم رسالہ حدوث مادہ (حصۂ اول) میں بھی بتا چکے ہیں۔ اس لیے کہ مادہ بلا خواص یعنی بغیر قوت کے ایک معدوم شے ہوگا (دیکھو حدوث مادہ حصۂ اول دفعہ ۳۸)

۱۸- عقیدۂ مذکورہ پر مزید بحث اور قدامتِ مادہ کا ابطال

خواص مادہ اگر بغیر خدا کے معطل رہیں گے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ خواص مخلوق ہیں۔ کیونکہ قائم بالذات مادہ کے خواص جو قائم بالذات ہیں اپنے عمل میں دوسرے کے محتاج نہیں ہو سکتے۔ اگر وہ عمل میں دوسرے کے محتاج ہیں۔ تو خواص قدیم نہیں ہیں۔ بلکہ خواص ہی نہیں ہیں کیونکہ خواص کا تعلق عمل سے ہوتا ہے "معطل خواص" ایک بے معنی چیز ہے۔ جب مادہ کے خواص معدوم ہوئے تو مادہ کو بھی معدوم ماننا لازم ہے۔ کیونکہ ہم کو مادہ کی ذات کا کچھ بھی علم نہیں ہے۔ جو کچھ علم ہے وہ خواص کا ہے۔ الغرض خود مضمون نگار کے اس قول سے مادہ کا حادث ہونا ثابت ہے۔

۱۹- خواص مادہ کے متعلق ایک اور بحث

علاوہ بریں یہ بھی غور طلب ہے کہ خواص مادہ کو بغیر خدا کے معطل کہنے کے کیا معنی ہیں؟

جب سے ہمارا تجربہ ہے (بقول آریہ سماج) خدا مادہ میں موجود ہے۔ قدیم مادہ ہمیشہ سے حالتِ عمل میں ہے۔ اس حالت میں یہ کہنا کہ خدا کے بغیر خواص مادہ معطل یا معدوم رہیں گے اس کا علم ہم کو کس ذریعہ سے ہوا؟ اس کا جواب مضمون نگار اس کے سوا نہیں دے سکتے کہ ہم اپنے قیاس اور عقل سے کہتے ہیں۔

لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اوّل تو مادہ کی حالتِ ترکیبی کے قیاسات کی بنا پر جو علم انسان کا ہے وہ اس کی حالتِ انفرادی یعنی مادہ کی ابتدائی حالت پر کیسے صادق آ سکتا ہے؟ ہم کو کس طرح معلوم ہوا کہ خدا کے تصرف کے بغیر مادہ معطل رہے گا؟ دوسرے واجب الوجود مادہ پر کسی کا تصرف کیونکر ہو سکتا ہے؟ اس کا تصرف کو قبول کرنا خود دلیل حدوث ہے۔

پس جبکہ ان سوالوں کے قابل اطمینان جوابات (آریہ سماجی عقیدہ کو مان کر) دیے نہیں جا سکتے تو صاف کیوں نہیں مان لیا جاتا کہ "مادہ کے قدیم خواص حالتِ سکون میں تھے۔ اور ایک اتفاقی موج نے یا ذرات کے باہمی تصادم نے مادہ میں حرکت پیدا کر دی اور یہ خواص کھلنے لگے"۔ یہ تشریح خلاف قیاس ضرور ہے۔ مگر نہ ایسی لغو جیسا وہ اصول "خدا" اور "مادہ" کی ترکیب کا جس کو صاحب مضمون نے بیان کیا ہے۔

۲۰- حدوثِ مادہ حصہ اول سے ایک اقتباس اور صاحب مضمون کا اعتراض

اس کے بعد صاحب مضمون ہماری ایک عبارت نقل کر کے اُس پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم اُن کی تحریر کو لفظ بلفظ نقل کر کے اُس پر تنقید کرینگے ۔

"مولوی صاحب اب ایک اور پہلو پر بحث کرتے ہیں۔ وہ ایک سوال قائم کرتے ہیں۔ کہ کیا خدا مادہ کا محکوم ہو سکتا ہے"۔

وہ لکھتے ہیں کہ "اب صرف ایک بات باقی رہی وہ یہ کہ مادہ جو قدیم اور واجب الوجود ہے اُسکی قوتیں اور خاصیتیں باقی رہتی ہیں۔ اور خدا اُن کو معطل نہیں کر سکتا۔ صرف ان کا استعمال کر سکتا ہے۔ جس طرح کمھار مٹی اور چاک کا استعمال کرتا ہے اور دونوں سے برتن بناتا ہے۔ اس صورت میں لامحالہ اگر خدا مادہ کو کسی مقصد کی طرف لیجانا چاہے تو مادہ اُس کا ساتھ نہیں دے گا۔ بلکہ اُس کو مادہ کے ساتھ اور اُس کے پیچھے جانا ہوگا جس سے خدا کا صرف قادر مطلق ہونا باطل نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اپنے علم و ارادہ وغیرہ ہر چیز میں محدود اور مجبور مانا جائیگا۔ اور در اصل مادہ کا اسی طرح محکوم ہوگا جس طرح کمہار قوانین مادہ اور قوانین حرکت کا محکوم ہے۔ اِس عالم کا خالق ایک بے جان و غیر ذی عقل شے کے مقابل میں مجبور مانا جائے تو نظام عالم کی ترتیب یا جزا و سزا کے دینے کی قابلیت بھی اُس میں سے سلب ہو جائیگی۔ پس وہ خدا بھی ایک قسم کی نابینا یا کم بینا مخلوق ہوگی"۔

مولوی صاحب کے اِس نمبر کو ہم نے بجنسہ نقل کر دیا ہے۔ کیونکہ مادہ کی قدامت کے خلاف اُن کی یہ سب سے بھاری دلیل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "اگر خدا مادہ کی قوتوں اور خاصیتوں کو صرف استعمال ہی کر سکتا ہے۔ تو اُس صورت میں لامحالہ اگر خدا مادہ کو کسی مقصد کی طرف لے جانا چاہے۔ تو مادہ اُس کا ساتھ نہیں دیگا بلکہ خدا کو مادہ کے ساتھ اور اُس کے پیچھے جانا ہوگا"۔

مولوی صاحب نے اِس سوال میں دو باتیں فرض کر لی ہیں

خدا کا کوئی مقصد ہے یا نہیں؟ اوّل - خدا کا کوئی مقصد ہے جس کو پورا کرنے کے لیے وہ یا تو کسی ازلی مادہ سے کام لے یا اپنی ضرورت کے موافق نیا مادہ تیار کرے۔

دوم - خدا کو مادہ کے خواص کا ٹھیک ٹھیک علم نہیں ہے امر اوّل بالکل غلط ہے۔ خدا کا کوئی مقصد ایسا نہیں ہو سکتا جس کے پورا کرنے کے لیے وہ مادہ یا ارواح کو پیدا کرے بلکہ جیسا اوپر ظاہر ہو چکا ہے۔ مادہ اور ارواح کی موجودگی خدا کے اثرات

کے مظہر ہیں جس میں انتظام اور مزاج اسباب داخل ہیں"

(آریہ مسافر میگزین صفحہ ۴۸۴–۴۸۵ جلد ۸)

۴۱۔ اعتراض مذکورۂ بالا کی پہلی شق میں مضمون نگار کی لغزشیں۔

اِس موقع پر لائق مضمون نگار سے دو سخت لغزشیں ہوئی ہیں۔

(۱) پہلی لغزش۔ اس عبارت سے (جیسا کہ اس سے قبل کے مضمون سے بھی ظاہر ہوتا تھا) صاف ظاہر ہو گیا کہ آریہ سماجی فضلا خدا کو ایسا مانتے ہیں جس میں کوئی مشیت یا مقصد نہیں یعنی کسی انتہا یا غایت کے لیے وہ عالم کو پیدا (یا مرتب) نہیں کرتا بلکہ "مادہ اور ارواح کی موجودگی۔ خدا کے اثرات کے مظہر ہیں"۔ یہ لکیر والی عبارت نہایت مبہم اور پیچیدار ہے۔ لیکن میں جہاں تک خیال کرتا ہوں اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ "مادہ" اور "ارواح" جو ازل سے بحسب اتفاق موجود تھے خدا اُن کے ذریعہ سے اپنی قوت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ پہلی ٹھوکر ہے کہ خدا کی خدائی کو چیز قدیم اور غیر مخلوق ہستیوں پر منحصر قرار دیکر اُس کو ناقص القدرت مانا گیا۔

(۲) دوسری لغزش۔ جب ہم اس فقرہ کو سابق کے ایک فقرہ سے ملاتے ہیں۔ جہاں کہا گیا تھا کہ "انتظام خدا کی عین ہستی ہے" تو نتیجہ یہ نکلا کہ مادہ اور ارواح جو قدیم اور ازلی ہیں۔ انتظام اُن میں اپنا جلوہ دکھاتا ہے۔ اب یہ محض لفظوں کا ہیر پھیر نہیں بلکہ حقیقی طور پر اس معنی کو ظاہر کرتا ہے کہ مادہ اور ارواح کے اثرات یا قوتیں بشکل انتظام ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ آخری مذہب عین ملاحدہ اور دہریوں کا مذہب ہے۔ یہ دوسری ٹھوکر ہے۔ اسی واسطے میں نے بیان کیا تھا کہ "قدامت مادہ" اور "خدا کی منتظمی" کا عقیدہ ایک باریک نقاب کے اندر وجود خدا سے انکار ہے۔

۴۲۔ اسی اعتراض کی دوسری شق پر مضمون نگار کی بحث

میری جو بحث فاضل مضمون نگار نے نقل کی ہے۔ وہ دراصل ایسی لاجواب تھی کہ اُن کو اُس کے مقابلہ میں حد درجہ دشواری پیش آئی ہے۔ چنانچہ امر اول میں ایک طرح دہریت کی تائید کرنے کے بعد (دیکھو دفعہ سابق) امر دوم کی بابت وہ لکھتے ہیں:

خدا جزئیات مادہ کا علم رکھتا ہے یا نہیں؟

"اگر خدا ازلی مادہ اور ارواح سے کوئی ایسا کام لینا چاہتا ہے جسے وہ بیچارے اپنے خاص خواص کی وجہ سے نہیں بجا لاسکتے تو خدا پر لاعلمی کا الزام آتا ہے ۔۔۔ تاہم موجودہ بحث کے لیے ہم ضرور کہیں گے کہ اگر خدا کا مقصد مادہ اور ارواح کے خواص سے پورا نہیں ہوتا تو بے شک خدا مادہ اور ارواح سے مجبور رہے گا اور کوئی ترکیب سوچتا رہیگا کہ کیونکر اُن کے ذریعہ سے اپنی مطلب برآری کرے۔ لیکن

اُس راحت کُل اور سرورِ مطلق کا مادّہ اور روح سے کوئی خواہش رکھنا مقصود نہیں ہو سکتا۔"

(آریہ مسافر میگزین صفحہ ۴۸۵ جلد ۸)

۲۳ - اس بحث میں مضمون نگار کی مزید لغزشیں

اِس بحث سے آریہ سماجی عقیدہ کی حقیقت پوری طرح کھُل گئی ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشتِ خاکِ ما ہم برباد رفتہ باشد

(۱) میرے مضمون "حدوث مادّہ" سے کم از کم یہ بات تو ظاہر ہو گئی کہ جہاں آریہ سماجی خدا کو غیر خالق مانتے چلے آتے تھے۔ وہاں وہ اُس کو ذی مصلحت۔ ذی ارادہ۔ اور ذی مقصد بھی نہیں مانتے۔ اُس کا کام (اُن کے عقیدہ کے موافق) یہ ہے کہ ارواح اور اجزائے مادّہ کے خفیہ خواص کو ظاہر کرے۔ الغرض خدا کو "ذی مصلحت اور ذی ارادہ" نہ ماننا تیسری ٹھوکر ہے جو اس منزل میں آریہ مضمون نگار کو لگی ہے +

(۲) علاوہ اس کے یہ کہنا کہ خدا تو راحتِ کُل اور سرورِ مطلق ہے۔ اُسے کیا غرض ہے کہ مادّہ اور روح کے خواص کو اُن کے نیچرل آرڈر (نظام طبیعی) سے ہٹائے" ہمارے اعتراض کو دفع نہیں کر سکتا۔ بلکہ اُس کو اور زیادہ مستحکم کرتا ہے۔ لائق مضمون نگار نے یہ چوتھی ٹھوکر کھائی ہے جس سے اُنہوں نے اپنے عقیدہ کے موافق خدا کو صرف ایک غیر مدرک قانون یا خواصِ قدرت بنا دیا ہے جس کو دہریے دہر سے تعبیر کرتے ہیں +

۲۴ - آریہ مضمون نگار کی تماشی اور اعترافات سے چشم پوشی

"راحتِ کُل" اور "سرورِ مطلق" عمدہ الفاظ ہیں۔ لیکن جب۔ مقام صنعت و ترتیب اور خلق و انتظام کا ذکر ہو۔ وہاں سخت سے سخت اعتراض کو یہ کہہ کر ٹال دینا کہ "اُس کو کیا غرض پڑی ہے کہ وہ خواص مادّہ کو بدلے۔ وہ تو "سرورِ مطلق" اور "راحتِ کُل" ہے" صاف ظاہر کرتا ہے کہ ایک غیر ذی روح قانون قدرت کو ہمارے فاضل مضمون نگار خدا سمجھتے ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ سب مذاہب اس خوفناک الحادی رجحان کو جو مغرب سے آیا ہے اور جس نے مشرق میں آ کر زیادہ تر فریب وہ مذہبی شکل اختیار کر لی ہے۔ سمجھ جائیں +

۲۵ - مضمون نگار موصوف کا ایک عجیب فقرہ

میرے اِس خیال کی تائید اسی مضمون کے خاتمہ سے بھی ہوتی ہے۔ جہاں مادّہ و روح کے مخلوق کرنے اور "کُن فَیَکُون" پکارنے کی حقیقتِ حکمیہ کا مضحکہ اُڑانے کے بعد لائق مضمون نگار نے یہ عجیب فقرہ لکھا ہے:-

مادّہ میں خدا کا نور جلوہ گر ہے

"آریہ سماج کے عقائد کی رو سے تو مادّہ اور روح کی آنکھ میں خدا ہی کی روشنی کا نور جلوہ گر ہے"

۲۶- فقرۂ مذکور پر بحث (۱) روح سے مجھ کو اِس مضمون میں بحث نہیں۔ اِس لیے جہاں روح کا ذکر ہے اُن حوالوں کو چھوڑ دیا ہے۔ مادّہ کو "بے حس" اور "معطّل" پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اب کہا جاتا ہے کہ اُس کی آنکھ میں خدا کا نور جلوہ گر ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ "وہ آنکھ جس میں خدا کی روشنی جلوہ گر ہے کہاں سے آئی"؟

(ا) اگر یہ آنکھ خدا نے بنائی ہے تو وہ خالق ہو گیا جس سے ہمارے دوستوں کو سخت انکار ہے۔

(ب) اگر آنکھ قدیم سے موجود ہے تو اُس میں خدا کی روشنی کا نور (کہ وہ بھی قدیم ہے) جلوہ گر ہونا چاہیے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مادّہ کی آنکھ (یعنی عالم کی ترتیبی صورت) آنے جانے والی چیز ہے۔ پس خدا کی روشنی بنتی اور بگڑتی رہتی ہے۔ اور یہ خود الحاد ہے۔ آیا اصل مطلب یہی نہیں ہے کہ "مادّہ مع اپنے خواص اور قوانین کے خود واجب الوجود اور روشن اور منور خدا ہے!" تو پھر ماورائے مادّہ۔ خدا کی کیا ضرورت ہے؟

(۲) اگر "مادّہ کی آنکھ" سے مُراد عین مادّہ ہے تو ہم بھی مانتے ہیں کہ خالص مادّہ میں نورِ الٰہی جلوہ گر ہے۔ کیونکہ مادّہ جو مخلوق ہے۔ اپنے خالق کی طرف ہم کو رہنمائی کرتا ہے۔ اور بتاتا ہے کہ میں بغیر خلق کیے موجود نہیں ہوا۔

۲۷- خلقت عالم کس طرح ہوئی ہے؟ اس بارے میں آریہ سماجی عقیدہ۔ آخر مضمون میں حدوث مادّہ (حصّۂ اوّل) کے اُس مضمون کا جواب ہے جس کا عنوان یہ ہے کہ "کیا کروڑوں قدیم ہو سکتے ہیں" (دیکھو حدوث مادّہ حصّۂ اوّل دفعہ ۴۰) اِس کے متعلق صاحب مضمون جو کچھ لکھتے ہیں اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

مادّہ کے کروڑوں اربوں لاتناہی سالمات دراصل خدا اور مادّہ اور ارواح کی ترکیب سے پیدا ہوئے ہیں۔ مادّہ بذاتِ خود ایک مفرد ہستی ہے لیکن خدا اور ارواح کے شمول سے اُس میں ایٹم یا سالمات کا اعتبار پیدا ہو جاتا ہے۔

(آریہ مسافر میگزین صفحہ ۲۷۴۔ جلد ۸)

۲۸- عقیدۂ مذکور کا ابطال اِس عبارت سے کسی دانا کو بلکہ کسی نادان کو بھی شبہہ کی گنجایش نہیں رہ سکتی کہ آریہ سماجی فضلا خدا کو بھی ایک ایسی چیز مانتے ہیں جس کے کروڑوں اربوں ٹکڑے ہو سکتے ہیں؟ یا دوسرے لفظوں میں وہ ایک قسم کا ایتھر[1] یا فضا ہے یا کوئی مادی خاصیت

[1] ایتھر سے مُراد ہے ایک لطیف ترین دُخانی ہستی جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ ہر طرف سے ہمکو گھیرے ہوئے ہے۔ ڈاکٹر لی بان کا خیال ہے کہ تمام کائنات کا مبدأ اور مرجع ایتھر ہے یعنی مادّۂ عالم ایتھر ہی سے پیدا ہوتا ہے اور فنا ہو کر پھر ایتھر ہی کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ ڈاکٹر موصوف کہتا ہے کہ ایٹم (سالمات) کی پیدائش کا طریقہ یہ ہے کہ ایتھر میں گردش پیدا ہوئی۔ اور رفتہ رفتہ اُسکی سطح میں کچھ بھنور یا گرداب یا فنکی یا گتھیاں پڑ گئیں۔ اور اُن ہی کو ایٹم

بنے جو سا کن مادہ سے مل کر ایٹم کی شکل اختیار کرتی ہے! پس اُس چیز کو خدا کہو یا نہ کہو یہ تو لفظی بحث ہے مگر یہ وجود وہ قادر۔ حی۔ مدرک۔ صاحب ارادہ۔ عالم۔ ناقابل تجسیم و تقسیم۔ رحیم اور عادل ہستی نہیں ہو سکتی جس کو جملہ مذاہب آسمانی کے پیرو اپنی اپنی عقل و لیاقت کے مطابق اس عالم کا خالق سمجھتے اور اللہ۔ خدا۔ یا پرمیشور کے نام سے پکارتے ہیں +

۲۵۔ مذہبی عقائد کی بنیاد طبیعیات پر قائم کرنا غلطی ہے۔

آریہ مسافر میگزین کا یہ مضمون ("کیا حدوث مادہ صحیح ہے") تخمیناً دو جزو کا ہے مگر ہم نے جستہ جستہ اُن سب باتوں کا ریویو کر دیا ہے جن کا ذکر حدوث مادہ (حصہ اوّل) میں نہ تھا۔ ہم اس بات کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے سماجی مصنف اپنی محدود واقفیت علم طبیعیات پر اس قدر ناز کرتے ہیں جس کے وہ مستحق نہیں ہیں۔ علم طبیعیات ایک نہایت مختصر اور محدود شاخ علوم اوّلیہ کی اور مابعد الطبیعیات کی ہے جو لوگ الٰہیات یا مابعد الطبیعیات کے مراحل طے نہ کر چکیں اُن کو سزاوار نہیں ہے کہ وہ طبیعیات کی مختصر واقفیت کی بنیاد پر الٰہیات کے مسائل پر رائے زنی کریں یا عقائد کی بنیاد اُس پر قائم کریں ؎

بوریا باف گرچہ بافندہ ست
نہ برندش بہ کارگاہ حریر

۳۰۔ عالم اسباب اور عالم امر

جو لوگ عالم اسباب (یعنی موجودہ نظام عالم) میں اور عالم امر میں (جہاں محض خالق کی مشیت اور ارادہ سے بلا اسباب اور وسائل کے کائنات موجود ہو جائیں) فرق نہیں کر سکتے۔ اُن کی مثال اُس دہقان کی سی ہے جو اس بات کو نہیں سمجھ سکتا ہے کہ زمین سے آفتاب تک سفر کیے بغیر اُس کی مسافت کا صحیح اندازہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ ہم اُس دہقان کو الزام نہیں دیتے کیونکہ اُس کی عقل کم اُس کا تجربہ محدود۔ اُس کی رائے خام اور اُس کا ذہن کُند ہے تاہم اُس کی خود بینی حیرت انگیز ہے۔ اسی طرح ہم آریہ سماجیوں یا مسلمانوں کے کم عقل گروہ کو جو ان اعلیٰ امور کو نہیں سمجھ سکتے الزام قرار نہیں دیتے جب یہ زمانہ آئے گا یا زیادہ ہو گا اور لوگ وہمی باتوں کی جگہ حقائق پر غور کرنے لگیں گے تب یہ تمام ظاہر پرست فرقے خود بخود اس طرح چھٹنے لگیں گے جس طرح آفتاب عالمتاب کی تمازت اور روشنی کے سامنے کہر اور غبار غائب ہو جاتا ہے +

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) ذرات مادی یا سالمات کہتے ہیں۔ اسی نظریہ (تھیوری) کو کئی سال سے پہلے مائرس کے مشہور عالم لارڈ کیلون نے قائم کیا تھا۔ شاید ہمارے آریہ صاحب نے اسی تھیوری کا حال سن لیا ہو گا جس کو انہوں نے اپنے طور پر ایسے الفاظ میں بیان کیا ہے جس سے خدا کی خدائی اُڑی جاتی ہے اور خدا کو بھی ایتھر یا مادہ کی طرح قابل تقسیم ماننا لازم آتا ہے۔ مضمون نگار موصوف کو مصنف "حدوث مادہ" کے اعتراضات کا جواب دینے میں کیسی سخت مصیبت پیش آرہی ہے کہ وہ الحاد کی باتیں کو خدا اور مادہ اور ارواح کی ترکیب باہمی پیدا کرتے ہیں اور مادہ جسم اور ارواح کے شمول کے قائل ہو گئے حقیقت یہ ہے کہ قدامت مادہ کے عقائد کی حمایت میں زیادہ مادیت کی جانب ہو اُتنی ہی زیادہ مادیت اور دہریت کی حمایت خواہ مخواہ ہو جاتی ہے اور مباحثہ کو جوش استدلال میں اصل بات کا پتہ نہیں رہتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ (غلام الحسنین)

بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ

خادمِ دین غلام الثقلین باد مغفور بفضل رحمت

١٩١٥ عیسوی ١٣٣٣ ہجری

حدوث مادّہ

حصہ سوم

جس میں آریہ سماجی اعتراضات (متعلق حدوث مادّہ حصّہ دوم) کے فلسفیانہ جوابات دیے گئے ہیں اور آخر میں قدامتِ مادہ کے ابطال پر مزید دلائل پیش کیے گئے ہیں

مصنّفہ

آنریبل مولوی خواجہ غلام الثقلین پانی پتی بی اے ایل ایل بی (مرحوم و مغفور)

بہ تصحیح

و ترمیم و نظرِ ثانی خواجہ غلام الحسنین پانی پتی (برادر مصنف موصوف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدوث مادّہ

حصّۂ سوم

ایڈیٹر۔ "اصلاحی دورہ"[۱] کی وجہ سے بہت سے رسالے ہم کو مئی ۱۹۰۸ء میں لکھنؤ آ کر ملے اور اُس میں "آریہ مسافر میگزین" (جلد ۱۰ نمبر ۴ - بابت جنوری ۱۹۰۸ء) بھی تھا۔ جس میں "عصرِ جدید" جولائی ۱۹۰۷ء کے "حدوث مادّہ" والے مضمون (یعنی حدوثِ مادّہ حصّۂ دوم کا) جواب بعنوان "کیا حدوث مادّہ صحیح ہے" درج کیا گیا ہے۔ زائد اور بیکار چیزوں کو اور بحث کے اُس حصّہ کو چھوڑ کر جس کو سنسکرت کی اصطلاحوں کی وجہ سے ہم سمجھنے سے قاصر اور معذور ہیں۔ جہاں کوئی دلیل راقم مضمون نے دی ہے۔ اُس پر میں نمبر وار نظر کروں گا۔ یہ طریقۂ بحث عام لوگوں کے لیے غیر دلچسپ ہو۔ مگر اہلِ علم اُس کو بصیرت کے ساتھ پڑھیں گے اور غالباً ہمارے "غائبانہ شاہجہاں پوری دوست" بھی خوش ہوں گے کہ ہم نے کوئی لفظ سخت اُن کی باتوں کے جواب میں لکھنا پسند نہیں کیا۔ اور کرامت سے گزر گئے[۲]۔

---

[۱] خواجہ غلام الثقلین مرحوم نے دسمبر ۱۹۰۷ء سے مئی ۱۹۰۸ء تک چھ مہینے متواتر اپنے تمام ذاتی کاروبار کو چھوڑ کر ہندوستان کا ایک لمبا دورہ کیا تھا اور جابجا لکچر دیے تھے جنمیں مسلمانوں کو اُنکی مذہبی۔ علمی۔ اخلاقی اور مالی حالت کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔ اور اُنکو ایک کفایت شعار۔ باکار۔ سنجیدہ اور خدا ترس قوم بنانے کے لیے زور دیا گیا تھا۔ وہ "اصلاحی دورہ" جسکی طرف اشارہ کیا گیا ہے یہی تھا۔

[۲] یہ اشارہ ہے قرآن مجید کی اس آیت کی طرف وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (یعنی جب وہ کسی لغویات کے پاس سے گزرتے ہیں تو وضعداری کے ساتھ گزر جاتے ہیں) اور اس امر کا جتانا مقصود ہے کہ "حدوث مادّہ" کا جواب لکھنے والے آریہ مضمون نگار نے اپنے جواب میں جابجا سختی۔ بدزبانی اور تمسخر سے کام لیا ہے۔ مگر "مصنف حدوث مادّہ" نے ان تمام باتوں کو نظر انداز کر کے صرف دلائل کا جواب دیا ہے + (غلام الحسنین)

۲۔ خلاصۂ دلیل عصر جدید در باب ابطال قدم مادّہ

صاحبِ مضمون نے میری مفصلۂ ذیل دلیل کو بیان کیا ہے:۔

اگر مادّہ اور خدا ہر دو واجب الوجود ہیں تو اُن دونوں میں ایک چیز مابہ الاشتراک اور ایک مابہ الامتیاز ہوگی۔ کیونکہ واجب الوجود ہونے کے لیے جس قدر صفات ہیں اُن میں دونوں شریک ہیں۔ اور جو چیز مابہ الامتیاز دونوں میں ہوگی خدا اور مادّہ اُس چیز سے اور مشترک چیز سے مرکّب سمجھا جائیگا۔ جو چیز خود دو یا چند چیزوں سے بنی ہے وہ قدیم اور واجب الوجود نہیں ہوسکتی۔ (دیکھو حدوثِ مادّہ حصّۂ دوم دفعہ ۴)

۳۔ خلاصۂ جوابِ مضمون نگار

بظاہر یہ دلیل لاجواب تھی اُس کے متعلق صاحبِ مضمون کے جواب کا خلاصہ یہ ہے:۔

عصر جدید میں مادّہ و خدا میں مابہ الاشتراک "قوت" کو فرض کیا گیا ہے۔ اور مابہ الامتیاز "ادراک" کو حالانکہ ادراک بھی ایک قوت ہے۔ پس یہ دلیل غلط ہوئی۔

۴۔ جواب مذکور کا رد اور تعددِ قدما کا ابطال

اگر اس اعتراض کو مان بھی لیا جاوے تو دلیل ذرا بھی غلط نہیں ہوتی صرف الفاظ کی معنی میں اختلاف رہ جاتا ہے۔ جس سے دلیل پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ بجاے ادراک اور قوت کے فرض کر لیجیے کہ "واجب الوجود مادّہ" اور "واجب الوجود خدا" میں (د) مشترک ہے اور خدا میں (ﮦ) مابہ الامتیاز اور فارق ہے اور مادّہ میں (ب) پس

خدا = د + ﮦ

مادّہ = د + ب

نتیجہ یہ نکلا کہ مادّہ اور خدا دونوں دو چیزوں سے مرکّب ہوگئے۔ اور اس لیے حادث ہوگئے قدیم نہیں رہے۔ پس دو چیزوں کو قدیم اور واجب الوجود ماننا لغو ہے۔ اور جب کبھی ایسی غلطی کی جائیگی یہی دور پیدا ہوگا*

۵۔ مضمون نگار کا دوسرا استدلال

میری دلیل میں دوسری غلطی یہ نکالی گئی ہے کہ خدا اور مادّہ میں تباین کُلّی یا تضاد کیوں فرض نہیں کر لیا گیا۔ تباین کلی میں دو چیزوں کی ہستی جُداگانہ متصوّر ہوتی ہے کوئی دوسرا اعتبار "مابہ الاشتراک" نہیں ہوتا۔

۶۔ استدلال مذکور کا ابطال

یہ مفروضہ غلط اور محل نظر ہے:۔

(ا) اوّل تو نسبتیں جو ممکنات (مخلوقات یا مصنوعات) کی ہیں اُن کو واجب الوجود پر لگانا سراسر اصول علمی کے خلاف ہے۔

(ب) اگر آریہ سماجی فلسفہ کی رو سے (یا مضمون نگار کی راے کے موافق) خدا اور مادّہ میں

تبایُن کلّی مان لیا جائے (حالانکہ دونوں کو واجب الوجود مانکر اس امر کا تسلیم کرنا محال ہے کیونکہ ازلی اور انادی ہونے میں دونوں مشترک ہیں) تو مادّہ کے رگ و ریشہ میں خدا کا ہونا اور دونوں کی ترکیب یا ترتیب یا مشورہ سے یا خدا کے حکم سے دنیا کا پیدا ہونا۔ کیونکر ممکن ہوتا؟

(ج) تبایُنِ کلّی مان لینے کی صورت میں بقول "آریہ مسافر میگزین" خدا اور مادّہ دونوں کی ہستی ہر نہج سے علیحدہ اور مختلف ہے۔ کوئی چیز مشترک نہیں ہے۔ اس صورت میں لازم تھا کہ دونوں ایک دوسرے سے بے تعلق ہوتے۔ باوجود تبایُن کلّی کے دنیا کی پیدائش میں دونوں متفق اور متحد کیوں ہیں؟ یا ایک حاکم اور دوسرا محکوم کیوں ہے؟

(د) رہی نسبتِ تضاد۔ وہ تو مضمون نگار نے خود ہی قبول نہیں کی۔ یعنی ایک کی ہستی سے دوسرے کی نفی لازم نہیں آتی۔

لہٰذا وجود دلیل ہم نے ابطالِ تعدد قدما پر قائم کی تھی۔ وہ بدستور لاجواب رہی +

[illegible] صاحبِ مضمون کی لغزش [illegible] ممکن الوجود" کا ثبوت

اس کے بعد لائق مضمون نگار نے لکھا ہے کہ "ممتنع الوجود" اور "واجب الوجود" صرف دو قسم کا وجود ہوتا ہے۔ یعنی یا تو وجود ضرور اور ہمیشہ ہو یا مطلق نہ ہو "ممکن الوجود" کوئی چیز نہیں ہے۔ یعنی کوئی ایسی چیز نہیں ہو سکتی جس کا ہونا اور نہ ہونا دونوں ممکن ہوں۔

ہم سوال کرتے ہیں کہ:-

"عصرِ جدید" بحیثیتِ موجودہ آپ کی نسبت ممتنع الوجود ہے۔ یا واجب الوجود یا ان دونوں کے سوا کوئی تیسری صورت ہے؟"

(ا) اگر "ممتنع الوجود" کہو تو بداہۃً باطل ہے۔ کیونکہ "عصرِ جدید" کا وجود مسلم ہے اور آپ بھی اُس کے منکر نہیں ہیں۔

(ب) اگر "واجب الوجود" ہے۔ تو پھر اُس میں اور مادّۂ خالص اور خدا اور روح اور کرم میں باعتبار واجب الوجود ہونے کے کیا فرق ہے؟ اگر کچھ فرق ہے تو بیان کیجیے اور اگر کچھ فرق نہیں ہے تو آپ صرف چار قدیم کیوں مانتے ہیں؟ اس طرح تو لاتعداد قدیم ماننے پڑیں گے +

جب یہ دونوں صورتیں نہیں ہو سکتیں تو اب صرف تیسری صورت رہ گئی کہ "عصرِ جدید" بحیثیتِ موجودہ آپ کی نسبت "ممکن الوجود" ہے۔ اور یہی ثابت کرنا مقصود تھا +

۵- آریہ مضمون نگار کی ایک غیر متعلق بحث

"آریہ مسافر میگزین" کے صفحہ ۱۱ سے صفحہ ۱۵ تک "عصرِ جدید" کی اُس بحث کا جواب ہے کہ خدا نے انسان کو کامل کیوں نہ پیدا کیا (دیکھو حدوثِ مادّہ حصّۂ دوم دفعہ ۵ لغایت ۸)

مگر اول مضمون سے یہ بحث غیر متعلق ہے۔ اور جیسا ہم نے اپنی بحث سے مادّہ کی عدم قدامت کا نتیجہ نکالا تھا اُس طرح صاحبِ مضمون نے کوئی نتیجہ مادّہ کی قدامت کا نہیں نکالا۔ غرض اس بحث کو مادّہ کی قدامت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اسی لیے غیر ضروری اور غیر متعلق ہونے کی وجہ سے نظر انداز کی گئی ✤

۹۔ دلائل ابطال قدم مادّہ کا کوئی معقول جواب نہیں دیا گیا

ہم نے مضمون سابق میں یہ دکھایا تھا کہ دنیا کو موجود کرنے کے لیے مادّہ کو ایک **قدیم** اور **واجب الوجود ہستی** ماننا (جس کے بغیر خدا کچھ نہیں کر سکتا) خدا کو مجبور ماننا ہے۔ اور ایسے خالق کو ماننے سے آریہ سماج نہ صرف ایک کمزور اور پست ہستی کو اپنا معبود قرار دیتی ہے بلکہ در پردہ (اپنی لاعلمی سے) **مادیت کی تعلیم دیتی ہے** (دیکھو حدوث مادّہ حصۂ دوم۔ دفعات ۱۲ لغایت ۱۴۔ و دفعات ۲۱ لغایت ۲۸) ✤

اِس کا کوئی معقول جواب نہیں دیا۔ صرف مسلمانوں کے بعض فرقوں کے عقائد پر اعتراض کر کے کچھ قاعدے بتائے ہیں۔ جن کے ذریعہ صاحبِ مضمون نے خدا کو نیک مشورے دیے ہیں کہ (بقول جیسے قول "عصرِ جدید") خدا باقاعدہ منتظم بناتا تو وہ کیسی ہوتی۔ پھر کہا ہے کہ مسلمان اِس دنیا کو ایسا نہیں مانتے صفحہ ۱۶ و صفحہ ۱۷ پر یہ بحث ہے۔ **جس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا**۔ سوائے اس کے کہ مسلمانوں کے عقائد خراب ہیں۔ اگر ایسا ہو بھی تو یہ لازم نہیں آتا کہ خداوند برتر کے متعلق وہ آریہ سماجی عقائد تسلیم کر لیں جس سے خدائی اُڑی جاتی ہے۔ اور ایک ادنیٰ ترتیب (خدا۔ مادّہ۔ روح۔ کرم) قائم ہوتی ہے جس میں نہ رحم ہے۔ نہ **روحانیت۔ نہ قدرت نہ انصاف** ✤

۱۰۔ مادّہ کی بابت آریہ سماجی عقیدہ

"آریہ مسافر میگزین" کے صفحہ ۱۸۔۱۹۔۲۰۔۲۱ پر ہمارے مضمون کا ایک طویل اور مفید اقتباس کرنے کے بعد مضمون نگار نے اپنے سابق مضمون کا اقتباس کیا ہے پھر یہ بحث ہے کہ آریہ سماج مادّہ کو کیا سمجھتا ہے۔ "عصرِ جدید" کا خیال ہے کہ وہ مادّہ کو ایک درجہ کا خدا مانتے ہیں۔ یہ بحث صفحہ ۲۴ تک چلی جاتی ہے اور صاحبِ مضمون نے مادّہ کی وقعت کو بمقابل **خداوندِ عالم** کے گھٹانے میں بہت زور لگایا ہے۔ ہم خوش ہیں کہ ہماری تحریر کا کچھ تو مفید نتیجہ نکلا ✤

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی ۔۔۔ گو مشتِ خاکِ ما ہم بر باد رفتہ باشد

۱۱۔ وجود انبیاء و ملائکہ کی بحث

اِس کے بعد نبوت اور فرشتوں کی موجودگی پر اعتراض کیے گئے ہیں جن سے مادّہ کا قدیم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہ بحث بھی سراسر غیر متعلق ہے۔ جو لوگ۔ نبی یا فرشتہ کے وجود کو نہیں مانتے یا اُن کو محال سمجھتے ہیں۔ اگر وہ مادّہ کو مثل خدا قدیم مانیں تو کچھ تعجب نہیں۔ چھوڑو ذکی الحس اور نازک دماغ انسان۔ جو **مادیات** اور **جہل کے چکّر** سے نکل جاتے ہیں۔ ایک قادرِ مطلق

وجود کا ادراک کرتے ہیں جو انسان کی ہدایت کے لیے انبیا مقرر کرتا ہے۔ اور عالم کا انتظام اپنی مخلوق ملائکہ یا فرشتوں کے ذریعہ سے کرتا ہے۔ جن کی اصل حقیقت اُسی کو معلوم ہے *

جو لوگ اپنی نادان عقل سے کل عالم کا پورا کھاتہ بنا دیں۔ اور مظاہر فطرت اور قوانین روحانی کا تسخر کریں اوّل اُن سے یہ بحث ہونی چاہیے کہ "علمِ انسانی کی حدود کیا ہیں اور اِن حدود سے باہر کوئی انسان اگر خدا کے حکم سے جا سکے۔ تو کن دلائل سے تم اُس علم کو غلط و محال کہتے ہو"؟

۱۲۔ مشرقی و مغربی الحاد | اسی رسالہ کے صفحہ ۴۴ سے صفحہ ۵۳ تک عام مسلمانوں کے عقائد کا تمسخر کر کے دبی زبان سے منایا کہ الحاد مہا بھارت سے قدیم ہے۔ اور بُدھ مذہب نے نہیں پھیلایا۔ آریہ سماج نے صرف مغرب سے حاصل نہیں کیا۔ ہم نے مانا کہ الحاد قدیم بھی ہے اور قوی بھی ہے۔ مگر جب تک کہ مذہب سامی و ہندی کا نور عالم میں قایم ہے۔ الحاد پست اور فنا ہوتا چلا جائیگا *

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا[1]

۱۳۔ دلائل ابطال قدم مادہ | جو مختصر اور سرسری ریویو ہم نے "آریہ مسافر میگزین" کے اس نمبر پر لکھا ہے ہم اُس کو چند دلائل پر ختم کرتے ہیں۔ جن کے سمجھ لینے کے بعد مادہ کو قدیم ماننا ممکن نہیں *

دلیل اوّل۔ جو لوگ مادہ کو قدیم مانتے ہیں اُن کو اُس کی بابت دو باتوں میں سے ایک بات کا ماننا ضروری ہے۔

(ا) یا تو مادہ میں عقل و ادراک یا ترتیب و انتظام کی حقیقت پنہاں ہے اور

(ب) یا اُس میں یہ قوتیں مخفی نہیں ہیں۔

بصورت اوّل خدا کے ماننے کی ضرورت نہیں رہتی (یہ خالص مادئین کا عقیدہ ہے اور اُسکے ابطال کے دلائل جُدا گانہ ہیں)

بصورت دوم یہ واجب الوجود اور قدیم مادہ خدا کے لیے صرف مزاحم ہو سکتا تھا نہ کہ معاون اور عالم باقاعدہ نہیں ہو سکتا تھا *

دلیل دوم۔ جو وحدت اور یگانگی عالم کے خلق و انتظام میں موجود ہے وہ ایک قدیم قوت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ نہ کہ متعدد قوتوں کی طرف *

دلیل سوم۔ اگر مادہ قدیم ہو تو اُسکی ہر صفت اور کیفیت قدیم ہونی چاہیے۔ مگر ہمارے تجربہ میں مفرد مادہ میں (یعنی اُس کی ابتدائی غیر مرتب حالت میں) کوئی صفت اور کیفیت نہیں پائی جاتی

[1] حق آیا اور باطل دور ہوا بے شک باطل دور ہونے والا ہے۔ ۱۲

برعکس اس کے مادّی مصنوعات میں بے شمار تغیرات و تنوعات حادث ہوتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے ہم اُن کو قدیم نہیں مان سکتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مادّہ خود ایک پوشیدہ اور خدائی خلعت ہے جو دیگر صفات کی طرح باہر سے خلا یا فضا پر پہنایا گیا ہے ✣

دلیل چہارم ۔ مادّہ کی آخری تحلیلات میں اُس کو صرف قوّت پاتے ہیں اور اگر عالم میں ایک سے زیادہ قوتوں کا وجود ہو۔ تو عالم خراب ہوجائے۔ پس لامحالہ یہ قوّت بھی اُسی خزانہ سے نکلی ہے۔ جس سے عالم کی ”کاریگری“ کو آریہ لوگ مانتے ہیں ✣

دلیل پنجم جس قدر اعلےٰ درجہ کے حکما اور فلاسفر ہوئے ہیں اُن میں عموماً دو گروہ ہیں۔

(ا) اکثر تو صرف خدا کو خالقؔ و صانع مانتے آئے ہیں۔ اور

(ب) بعض صرف مادّہ کو پیدائش عالم کی علّت قرار دیتے ہیں۔ یہ خیال کہ ”مختلف الجنس متعدد ہستیوں نے ملکر عالم کو بنایا۔ اور خدا خلق عالم کے لیے کافی علّت نہیں ہے“ بعض ہنود کا خیال معلوم ہوتا ہے مگر اُن کے اعلےٰ حکما اور براہمہ نے برہم واحد ہی کو اصل علت مانا ہے ✣

اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ تعددِ قدما کا اعتقاد (یعنی مختلف اور متعدد ہستیوں کو قدیم ماننا) عقل انسانی کے خلاف ہے ✣

دلیل ششم ۔ مادّہ کے آخری اجزا یعنی ”ایٹم“ (جن کو سالمات اور اجزاے لایتجزیٰ بھی کہتے ہیں) مثل ایتھر کے ایک خیالی اور علمی وجود رکھتے ہیں۔ آسانی کے ساتھ مادّہ کو روحِ انسانی کی ایک علمی کیفیت (تخیل) مانا جاسکتا ہے۔ اور اس کا ماننا بہ نسبت اُس کے مستقل اور قدیم وجود ماننے کے زیادہ حکیمانہ ہے ✣

دلیل ہفتم مادّہ کو حادث ماننے سے کوئی اخلاقی یا روحانی خوف نہیں۔ لیکن اُس کو قدیم ماننے سے

(ا) خدا کی صفات کو محدود۔ اور

(ب) اُس کی طاقت کو مشروط ماننا پڑتا ہے۔ اور کوئی روحانی یا اخلاقی فائدہ نہیں ✣

بَدِیعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَیَكُوۡنُ

حامیِ دین غلام الثقلین   بادا مغفور بظلِ رحمت

۱۵ ۶ ۱۹   ۳۳ ھ ۱۳

حدوث مادّہ

حصّہ چہارم

جسمیں ایک خط و کتابت درج کی گئی ہی۔ ایک آریہ صاحب نے مصنّف حدوث مادّہ کو ایک خط لکھکر مادہ کے متعلق اپنے چند شبہات بہ نظر استفادہ پیش کیے تھے مصنّف نے اسکے جواب میں اُن کو ایک خط لکھا تھا۔ اُن دونوں خطوں کی نقل اس حصّہ میں درج کی گئی ہے

مُصنّفہ

آنریبل مولوی خواجہ غلام الثقلین پانی پتی بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی (مرحوم و مغفور)

بہ تصحیح

و ترمیم و نظرِ ثانی خواجہ غلام الحسنین پانی پتی (برادرِ مصنّفِ موصوف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدوث مادّہ

حصّہ چہارم

خط و کتابت[1]

(١) ایک آریہ صاحب کا خط

جناب خواجہ صاحب - تسلیم بصد تعظیم

کتاب حدوث مادہ مصنفہ آپ کی پہنچی - فوراً قیمت دیکر لی گئی - اور اُسی وقت پڑھی گئی اور یہ نیاز نامہ لکھا گیا - واقعی یہ کتاب نادر اور نایاب آپ نے بنائی - آپ ہی کا دماغ ہے جس نے ایسے مسائل لاینحل حل کیے ہیں - ورنہ اور کسی کی تاب ہی؟ چونکہ بادی النظر میں بعض کلام آپ کے بوجہ کمی علم و عقل میری کے میری سمجھ میں نہیں آئے - لہذا ببنظر استفادہ آپ سے دریافت کرتا ہوں - امید ہے کہ جناب مجھکو تبلا کر مشکور فرمائینگے *

اوّل - فصلِ دوم میں مادہ کو ناقابلِ فنا ماننے سے آپ نے تین نتیجے نکالے ہیں - اور لکھا ہے کہ اگر ہم مادّہ کو قدیم اور غیر مخلوق مان لیں تو اُس کے واسطے مفصلۂ ذیل باتوں کو تسلیم کرنا پڑے گا:-

[1] یہ خط و کتابت "عصر جدید" جلد پنجم - نمبر ٥ بابت مئی ١٩٠٦ء صفحات ١٩٦ لغایت ١٩٩ سے بجنسہٖ نقل کی گئی ہے۔ مسٹر جگناتھ پرشاد کے خط کی نقل من و عن درج کی گئی ہے - گو اسکی عبارت بعض جگہ مبہم ہے۔ خواجہ غلام الثقلین کا خط بھی اُن ہی کے الفاظ میں شائع کیا گیا ہے - البتہ سوال و جواب کی مناسبت کے خیال سے ہر پیراگراف پر جداگانہ نمبر ڈال دیے ہیں اور حاشیہ پر چند عنوان قائم کر دیے ہیں تا کہ خط کے مطالب بآسانی سمجھ میں آجائیں اور ذہن* میں محفوظ رہیں * (غلام الحسنین)

(۱) انسان کی قوّت سے بالاتر کوئی قوّت عالم میں موجود نہیں ہے۔

(۲) انسان کا علم یقینی اور قابلِ وثوق ہے۔

(۳) مادّہ کی اصلی ماہیّت اور ترکیب ہم کو معلوم ہے۔

اِس کی بابت میرا خیال ہے کہ اِن تینوں باتوں کو انسان کے حق میں تسلیم نہ کر کے مادّہ کو قدیم مانا جاوے تو کیا ہرج ہے؟ اور کیوں تسلیم کیا جاوے۔ اگر کسی کو ناقابل فنا ماننے سے ان تینوں باتوں کا ماننا بھی لازم آجاتا ہے تو خدا کو بھی ناقابلِ فنا اور غیر مخلوق مانتے ہیں۔ اور اُس صورت میں بھی وہی تین باتیں ماننے کی انسان کے لیے ضرورت آپڑے گی۔ اور اُنہیں باتوں کی نسبت آپ نے غلط قرار دینے کی زیادہ کوشش کر کے مادّہ کو حادث ٹھہرایا ہے۔ لہٰذا اُسی طرح پر وہی تینوں باتیں یہاں بھی غلط قرار پاکر خدا بھی حادث ہوجائیگا۔ جس کا حادث ہونا سراسر غلط اور جھوٹ ہے اور اگر مادّہ کی قدامت آپ کی اِس بحث سے زائل ہوتی ہے۔ تو خدا کی قدامت بھی اِسی بحث سے کیوں زائل نہیں ہوسکتی؟

دوم۔ یہ سرشٹ (دنیا) علّت ہے یا معلول۔ اگر علّت ہے تو منجملہ تین علّتوں۔ یعنی علّتِ فاعلی و علّتِ مادّی و علّتِ صوری کے یہ دنیا کون علّت ہے؟ اور اگر معلول ہے تو بلا تین علتوں مذکورہ کے معلول بن نہیں سکتا۔ لہٰذا اُس معلول میں تینوں علتیں علیحدہ علیحدہ بتلا دیجیے کہ مادّی کون فاعلی کون صوری کون ہے؟

سوم میرے خیال سے خدا بے شک قادر مطلق ہے اور جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ سب خود ہی کرتا ہے۔ کسی کی مدد اپنے کام میں لینے کی اُس کو حاجت نہیں پڑتی۔ نہ وہ کسی کام میں عاجز ہے۔ تمام ممکنات پر وہ قادر ہے۔ لیکن اگر اِس لفظ کے معنی آپ یہ لگاتے ہوں کہ خدا غیر ممکن کو بھی کرسکتا ہے تو ایسے معنی کرنے میں مجھ کو گستاخی اور بے ادبی خدا کے سامنے کرنا معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر خدا غیر ممکن کو ممکن کرسکتا ہے تو خدا کا فنا ہونا جو غیر ممکن ہے کیا یہ دونوں امور غیر ممکن الوقوع کو خدا وقوع پذیر کرسکتا ہے۔ ایسا ہے۔ خدائے وحدہ لایموت کی تحقیر ہوتی ہے۔ اِس میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جگنّاتھ پرشاد

(۲) خطِ مذکور کا جواب

۱۱ر اپریل ۱۹۰۰ء

مکرمی تسلیم

عنایت نامہ ملا- آپ کے اخلاق کا ممنون ہوں اور بقدر اپنے فہم کے جواب دینے کی کوشش کرتا ہوں بلکہ مع آپ کے خط کے "عصر جدید" میں بھی چھاپ دونگا +

مادّہ کو میں حادث مانتا ہوں - اور خدا کو میں اور آپ دونوں قدیم مانتے ہیں مادّہ کے حادث نہ ماننے سے جو خرابیاں لازم آتی ہیں اُن کو آپ نقل کر کے اعتراض کرتے ہیں کہ "خدا کو غیر حادث ماننے سے یہ اعتراض کیوں نہیں ہو سکتا ؟"

اوّل جواب اِس طرف ہے۔

مادّہ اور خدا — (۱) جس کو مادّہ کہتے ہیں وہ ایک ایسی شے ہے جو ہر وقت ہمارے زیر نظر زیر تجربہ ہے اور جو سوائے اِس کے کہ فنا کر دی جائے - ہر طرح ہماری محکوم ہوتی ہے - اور محکوم ہو سکتی ہے اور ہم اُس کا استعمال کرتے ہیں خدا کا نہ ہم تجربہ کر سکتے ہیں نہ وہ ہمارے تابع ہے - نہ اُسکو ہم اپنی مرضی کے مطابق بدل سکتے ہیں - نہ نئے مرکبات میں شامل کر سکتے ہیں - لہٰذا مادّہ کو فنا نہ کر سکنے سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ مادّہ "ماوراء قوت انسانی" کے مقابل میں بھی غیر فانی اور قدیم رہیگا +

(ب) رہا آپ کا یہ کہنا کہ "خدا کو کیوں مانا جاتا ہے کہ وہ قدیم ہے ؟" اِس کا جواب یہ ہے کہ :-

خدا کو قدیم ماننا ضروری ہے — (۱) خدا کی جو تعریف تمام اہل مذاہب کرتے ہیں اور ہم آپ جس میں متفق ہیں اُس میں قدامت کا خیال اور غیر فانی ہونے کا اصول مسلم اور مضمر ہے +

"حادث خدا" یا "فانی خدا" بے معنی الفاظ ہیں — (۲) "حادث خدا" یا "فانی خالق" خود متضاد الفاظ ہیں لہٰذا بے معنی ہیں - اُس مرکب کا ایک حصّہ دوسرے کے مفہوم کو باطل کرتا ہے۔

حادث خدا خدا نہیں ہو سکتا — (۳) "حادث خدا" (موجود ہو یا نہ ہو) مگر جو معنی "خدا" کے ہیں وہ